ابنِ صفی

جلد نمبر
26

جاسوسی دنیا

79- چاندنی کا دھواں

80- سینکڑوں ہمشکل

81- لڑاکوں کی بستی

جاسوسی دنیا نمبر 81

لڑاکوں کی بستی

(مکمل ناول)

پیشرس

موجودہ دور کی سب سے بڑی ٹریجڈی غالباً یہی ہے کہ مادی اعتبار سے بہت زیادہ ترقی کرنے کے باوجود بھی یہ دور مادی اعتبار سے بہت پیچھے اور پست ہے۔ بظاہر یہ جملے پہیلی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن تھوڑے سے غور و فکر کے بعد صداقت سامنے آجاتی ہے۔

موجودہ دور اس لئے ترقی یافتہ ہے کہ انسان نے اپنی ضروریات کی تکمیل کی خاطر ہزاروں ذرائع تلاش کر لیے ہیں۔ مشینوں اور مصنوعات نے ہر طرح سے انسان کی ضرورت پوری کرنے کا بیڑہ اٹھالیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ٹیلی ویژن سے لے کر اسپوٹنگ تک انسان کی ترقیوں کی کہانی پھیلی ہوئی ہے۔

لیکن یہ تصویر کا ایک ہی رخ ہے۔ ان سب ترقیوں کے باوجود انسان آج تک اپنی بنیادی ضروریات کے بارے میں خود کفیل نہیں ہو سکا ہے۔ غلہ کی گرانی اور کپڑے کی قیمتوں کا زیادہ ہونا کسی ایک ملک میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہے۔ عام لوگوں کی اقتصادی حالت گرتی جاتی ہے۔ لوگوں کے چہروں سے وہ بشاشت، خوش دلی اور اطمینان جیسے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا ہے جو انسانیت کا جزو سمجھا جاتا ہے۔

زندگی کا یہ عجیب و غریب تضاد موجودہ دور کی یقیناً ٹریجڈی ہے۔ چاند

تک پہنچنے کی بلندی کے باوجود یہ پستی انسان کی خود غرضی کی عبرت ناک کہانی ہے۔

یہ کہانی "لڑاکوں کی بستی" بہت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔ خصوصیت سے حمید کا رول بے حد شاندار ہے۔ قاسم اور بوشن کی فری اسٹائل کشتی غالباً بہت دنوں تک یادگار رہے گی۔ ساتھ ہی ساتھ گریٹا کا کردار ابن صفی کے لازوال قلم کی اُن ادنیٰ سی جنبشوں کا مظہر ہے جو نفسیاتی گہرائیوں کی تشریح کرتا ہے اور آخر میں جو کسک اور رومانی دور وہ کردار چھوڑ جاتا ہے اُس کا تاثر یقیناً معرکے کی چیز ہے۔

پبلشر

طاقت کا سرمہ

روستمبا پہلوانوں کا شہر تھا۔ اگر اکبر آباد بگڑ کر آگرہ ہو سکتا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ رستم آباد بھی کثرت استعمال سے گھس کر "روستمبا" نہ رہ جاتا۔

لیکن اس کہانی کا تعلق شہر کے نام سے نہیں ہے۔ اگر اُس کا نام روستمبانہ ہوتا تب بھی وہ پہلوانوں ہی کا شہر ہوتا کیونکہ یہاں پہلوان بکثرت پائے جاتے تھے اور سردیوں کا موسم جیسے ہماری بستیوں میں مشاعروں کی وبا لے آتا ہے اسی طرح وہاں موسم بہار سارا کا سارا اکھاڑوں کی نظر ہو جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قدیم زمانے سے ہی وہاں پہلوانوں کی بہتات رہی ہو اور یہی چیز اُس شہر کی وجہ تسمیہ بنی ہو۔ بہر حال روستمبا کے نام کے ساتھ پہلوانوں اور اکھاڑوں کا تصور ذہن کی سطح پر ضرور ابھر آتا ہے۔

لیکن اب پرانے زمانے والی کشتیوں اور نرم مٹی کے اکھاڑوں کا رواج باقی نہیں رہا تھا۔ گدیلوں پر فری اسٹائل کشتیاں ہوتیں اور جدید ترین اکھاڑوں میں مکابازی کے مظاہرے ہوتے۔ موسم بہار میں روستمبا کی آبادی بہت بڑھ جاتی تھی اور پورا موسم بہار پہلوانوں کے میلے کا سیزن بن کر رہ جاتا تھا۔ اندرون ملک سے کشتی اور باکسنگ کے شوقین بہت بڑی تعداد میں آتے تھے اور روستمبا کے ہوٹلوں میں تل رکھنے کی بھی جگہ نہ رہتی تھی۔

شہر اس سیزن میں گوناگوں دلچسپیوں کا مرقع نظر آتا۔ سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر ہجوم نظر آتے جن کے درمیان کوئی نجومی ہوتا، کوئی گشتی دوافروش نجومی اور گشتی دوافروش اس سیزن میں بڑی اچھی کمائی کر لیتے تھے کیونکہ دوافروش پہلوان بنانے کی دوائیں بیچتے تھے اور نجومی مقابلوں میں حصہ لینے والے پہلوانوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے تھے۔

دوافروش جہاں بیٹھتے بڑا کاٹھ کباڑ پھیلا کر بیٹھتے۔ بڑے بڑے فریموں میں نامی پہلوانوں کی

تصویریں ہوتیں اور لاتعداد مٹی کی ہانڈیوں میں چھوٹے بڑے سانپ شیشے کے چھوٹے بڑے مرتبان جن میں نقرئی اور طلائی گولیاں بھری ہوتیں۔ پہلوانوں کی تصویریں ہانڈیوں کے سہارے اس انداز میں رکھی جاتیں جیسے اُن کی پہلوانی انہیں نقرئی اور طلائی گولیوں کی مرہون منت ہو۔

مگر آج کئی دنوں سے یہاں ایک ایسا دوا فروش بھی دیکھا جارہا تھا جس کے پاس پہلوانوں کی تصاویر کے بجائے ایک دیو نما پہلوان تھا اور پہلوان کی شخصیت بجائے خود اشتہار تھی۔ یعنی دوا فروش کو مجمع اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔ وہاں تو دکان جمانے کے وقت سے اختتام تک مجمع لگا ہی رہتا تھا۔

وہ اشتہاری پہلوان سچ مچ دیو ہی تھا۔ جب بھی گریٹا کی نظر اُس پر پڑتی ایک انجانا سا خوف اُس کے ذہن پر مسلط ہو جاتا۔

اور گریٹا تو اُسے ہر وقت دیکھ سکتی تھی۔ جب بھی چاہتی اپنے چھوٹے سے ہوٹل کے باورچی خانے کی کھڑکی میں آ کھڑی ہوتی۔ کھڑکی سے تھوڑے ہی فاصلے پر الیکٹرک پول کے قریب وہ دوا فروش مجمع لگاتا تھا۔

مگر دوا فروش کی شخصیت بڑی جاذب توجہ اور دلکش تھی۔ نوجوان آدمی تھا۔ خدوخال دلکش تھے اور صحت بہت اچھی تھی۔ وہ کوئی دقیانوسی حکیم بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بعض اوقات تو اُس کی پیشہ ورانہ بکواس سے علمیت بھی جھلکنے لگتی تھی۔ پیشہ ورانہ بکواس کچھ اس قسم کی ہوتی۔

"حضرات!

نہ میں کوئی اشتہاری حکیم ہوں نہ ڈاکٹر لیکن مجھے بچپن ہی سے جڑی بوٹیوں کا شوق رہا ہے۔ اب میں دنیا کے بڑے سے بڑے ماہر کو للکار سکتا ہوں۔ اُس سے پوچھ سکتا ہوں کہ اُسے جڑی بوٹیوں میں کیا ملا۔ کسی ایک چیز کا نام لے جو دنیا کی ساری جڑی بوٹیوں میں پائی جاتی ہو۔ ہے یہاں کوئی جو بتا سکے اُس جوہر کا نام جو آب حیات کا حکم رکھتا ہے۔ ایک چیز.... ایک چیز.... صرف ایک جوہر جو ساری جڑی بوٹیوں میں پایا جاتا ہے۔ میں بتاتا ہوں۔"

وہ مجمع کا چکر لگا کر پہلوان کی طرف رخ کرتا۔

"پہلوان....؟"

"ہاں.... اُستاد....!" اونگھتا ہوا پہلوان چونک کر کہتا۔

"کتنے طاقت ور ہو؟"

"ہوہا....!" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اور سینہ تان کر نعرہ لگاتا۔ "ٹکر ماروں تو پہاڑ....

پہاڑ.... سالا بھس ہو جائے.... چیونٹی.... ارر ر.... اوغ ہاتھی تو مسل کر رکھ دوں۔" پھر وہ کنکھیوں سے گریٹا کی کھڑکی کی طرف دیکھتا اور گریٹا سہم جاتی۔

"ثبوت....؟" دوافروش کہتا۔

"ٹھینگے پر ہے ثبوت....!" پہلوان جھلا کر دانت نکالتا۔

دوافروش مجمع کی طرف دیکھ کر ہنس دیتا اور کہتا۔ "پہلوان کو غصہ بھی جلد آجاتا ہے مگر یہ نہ بھولئے کہ یہ اُسی جوہر کا اثر ہے صرف ایک چیز کا جو ساری جڑی بوٹیوں میں پایا جاتا ہے جسم میں طاقت آتی ہے۔ جوش پیدا ہوتا ہے اور کبھی کبھی آدمی غصہ ور بھی ہو جاتا ہے۔ اچھا تو ٹھہریئے.... میں ثبوت پیش کرتا ہوں پہلوان کی طاقت کا۔"

وہ خاموش ہو جاتا اور پہلوان پھر سینہ تان کر کنکھیوں سے گریٹا کی کھڑکی کی طرف دیکھتا۔

دوافروش مجمع کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا لکڑی کے ایک صندوق سے ایک موٹی سی زنجیر نکالتا اور اُسے مجمع میں دکھاتا پھرتا۔

"یہ دیکھئے.... نہیں اچھی طرح کھینچ کھینچ کر دیکھئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بعد میں اسے کمزور بتانے لگیں.... خوب کھینچ کھینچ کر دیکھئے.... نہیں بھئی.... یوں نہیں.... تین آدمی ایک سرا پکڑیں اور تین آدمی دوسرا سرا اور اچھی طرح اطمینان کر لیں۔"

مجمع سے چھ آدمی نکل کر حصار میں داخل ہوتے اور زنجیر پر زور ہونے لگتا پھر وہ تھک ہار کر زنجیر دوافروش کے حوالے کر دیتے اور اپنی جگہوں پر واپس چلے جاتے۔

"حضرات....!" دوافروش پھر ہانک لگاتا۔ "قسم ہے اُس کی جس کے دادا کو سیمرغ نے دودھ پلایا تھا۔"

"سیمرغ بکواس ہے۔" مجمع سے آواز آئی۔

"اچھا....!" دوافروش ہنس کر کہتا۔ "آپ اُسے قصہ کہانیوں کی بات سمجھتے ہیں۔ کیا یہاں کوئی بیالوجی کا طالب علم موجود ہے۔ اگر ہے تو سامنے آئے۔ اوہ اچھا نہیں ہے خیر میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کل تک بے شک سیمرغ کہانیوں کی چیز تھی مگر آج کی دنیا اسے تسلیم کر چکی ہے کہ قدیم زمانے میں کئی کئی فرلانگ لمبی چھپکلیاں پائی جاتی تھیں جن کے ڈھانچے آج بھی زمین سے برآمد ہوتے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے پرندے پائے جاتے جو بیک وقت چار ہاتھیوں کو لے اڑیں۔ آج کل مغربی ممالک میں ٹیرو ڈیکٹیل کا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ یہ ایک ایسی ہی چڑیا ہوتی تھی جو سیمرغ کے ڈھانچے پر پوری اترتی ہے۔"

"ارے.... مگر سیمرغ کا دودھ؟" مجمع سے کوئی اعتراض کرتا۔ "پرندے دودھ کب دیتے ہیں؟"

اس پر دوا فروش ایک حقارت آمیز قہقہہ لگا کر للکارتا۔ "کیا چمگادڑ چوپایہ ہے۔ کیا چمگادڑ انڈے دیتی ہے۔ بتائے کوئی مجھے بتائے؟"

گریٹا اس کی اس دلیل پر ہنس پڑی تھی اور مجمع پر سناٹا چھا گیا تھا اور دوا فروش نے ہنس کر کہا تھا۔ "اچھا بھائی! یہ سیمرغ نہ میرا کوئی لگتا ہے اور نہ آپ سے اُس کی کوئی رشتہ داری ہے۔ اس لئے یہ بات یہیں ختم کر دیجئے۔ ہاں تو دیکھئے اب اُس جوہر کا کمال دیکھئے۔"

وہ آگے بڑھ کر پہلوان کے جسم پر زنجیر لپیٹنے لگتا۔

اس کے بعد کچھ دور ہٹ کر کہتا۔ "پہلوان! ثبوت پیش کرو۔"

"غاں.... دیخو....!" پہلوان ہنس کر کہتا اور سینے میں سانس بھر کر جسم پر لپٹی ہوئی زنجیر پر زور صرف کرنے لگتا۔ اس عالم میں کبھی کبھی اُس کے حلق سے عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکلتیں اور پھر زنجیر کی کوئی ایک کڑی منہ پھیلا دیتی۔ کڑاکے کی آواز کے ساتھ ہی مجمع کی آنکھیں حیرت سے اُبل پڑتیں اور پہلوان دھاڑیں مارتا اور جھومتا ہوا دو چار قدم آگے بڑھ جاتا اور پھر کنکھیوں سے گریٹا کی کھڑکی کی طرف دیکھ کر دانت نکال دیتا۔ مگر گریٹا کو آج تک اُس پر غصہ نہیں آیا تھا۔ وہ بھی جواباً مسکراتی ضرور تھی اور اُس کی طاقت پر عش عش کرتی رہ جاتی۔ اکثر سوچتی کہ آخر وہ روستمبا جیسے شہر میں ایک دوا فروش کے ساتھ کیوں جھک مارتا پھر رہا ہے۔ یہاں تو اُسے سینکڑوں قدر داں ملیں گے۔ کئی فرمیں جو دنگل کراتی ہیں اُسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ وہ سوچتی اور پھر دوا فروش کی آواز کی طرف متوجہ ہو جاتی۔ جو کہتا ہوتا۔ "ہاں تو حضرات یہ ہے میرا پہلوان جو دنیا کے بڑے سے بڑے پہلوان کو چیلنج کر سکتا ہے۔ یہ اُس جوہر کو استعمال کرتا ہے اور وہ جوہر.... اگر میں اُس کا نام لوں تو آپ حقارت سے منہ بنائیں گے۔ لہٰذا میں اُس کا نام آپ کو نہیں بتاؤں گا۔"

"نہیں نہیں ضرور بتاؤ۔" مجمع سے آوازیں آئیں۔

"آپ ہنسیں گے۔"

"نہیں.... نہیں.... نہیں بتاؤ۔"

"اچھا تو سنئے.... وہ ہے.... سرسوں....!"

مجمع ہنس پڑتا ہے اور دوا فروش دونوں ہاتھ اٹھا کر دھاڑتا۔ "بس خاموش۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔"

"ارے بھائی۔ جڑی بوٹیوں میں سرسوں کہاں پائی جاتی ہے۔" کوئی کہتا۔

"عقل کا قصور ہے۔" دوا فروش کہتا۔ "سرسوں نہیں بلکہ سرسوں کا مخصوص جوہر دنیا کی ہر جڑی بوٹی میں پایا جاتا ہے اور وہی جوہر اُسے فائدہ مند بناتا ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر بیماری کا واحد علاج صرف سرسوں کا تیل ہے۔ دیکھئے ذرا میرے پہلوان کی طرف دیکھئے۔ یہ سر میں سرسوں کے تیل کی مالش کرتا ہے اس لئے اس کے بال کبھی سفید نہ ہوں گے۔ یہ سرسوں کے تیل سے دانت صاف کرتا ہے اس لئے اس کے دانت کبھی نہ گریں گے۔ یہ تیل میں سلائی ڈبو کا آنکھوں میں پھیرتا ہے اس لئے یہ کبھی اندھا نہیں ہو سکتا۔ یہ سرسوں کا تیل کھاتا ہے۔ سرسوں کا تیل پیتا ہے۔ پان میں چھالیا کے بجائے ثابت سرسوں ڈال کر چباتا ہے۔ سرسوں کے ساگ کی ترکاری کھاتا ہے۔ ہے کوئی جو کسی معاملے میں اس کا مقابلہ کر سکے۔"

وہ خاموش ہو کر لوگوں کا جائزہ لیتا۔ ان میں سے کچھ ہنستے ہوئے نظر آتے۔ کچھ کھسر پھسر کرتے دکھائی دیتے اور بعض اُسے ایسے انداز میں گھورتے جیسے اُسے پاگل سمجھتے ہوں۔

"ارے.... تو کیا سرسوں کا تیل بیچو گے؟" کوئی چیخ کر کہتا۔

اس پر دوا فروش بھی جی کھول کر ہنستا اور پھر للکار کر کہتا۔ "ہے کوئی مائی کا لال جو اس زمانے میں خالص سرسوں کا تیل لا کر دکھائے؟"

"پہلوان کو کہاں سے ملتا ہے؟" کوئی سوال کرتا۔

"یہی بتاؤں گا۔ لیکن تم سب ایک بار پھر ہنسو گے اور بڑی حقارت سے ہنسو گے۔ لیکن حقیقت سورج کی طرح روشن ہے۔ اُسے کون جھٹلا سکتا ہے۔ یہ دیکھو.... یہ کیا لکھتا ہے۔" وہ ایک بورڈ کی طرف اشارہ کرتا جس پر "پہلوانی سرمہ" تحریر تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" کوئی اُسے ٹوکتا۔

"یہی تو ساری بات ہے.... سنو! ناسمجھ انسان! سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ پہلے پٹرول کی طاقت سے ہوائی جہاز اڑتے تھے اب ایٹمی قوت انہیں اڑائے گی۔ ایٹم کیا ہے۔ ایک حقیر سا ذرہ.... اور میرا پہلوانی سرمہ.... بھائیو! اس سرمے میں سرسوں کی قوت موجود ہے۔ چالیس دن برابر آنکھوں میں لگاؤ اور گھوڑے کو پچھاڑ دو۔"

لوگ پھر ہنسنے لگتے اور وہ غصیلے لہجے میں کہتا۔ "جاؤ.... مجمع ختم.... یہ صرف قدر دانوں کے سودے ہیں۔ چلتے پھرتے نظر آؤ۔ ابھی اندھے ہی رہو۔ کیونکہ سائنس کی قوت سے ناواقف ہو۔"

"مگر سرمہ لگانے سے جسم میں کیسے طاقت آسکتی ہے؟" کوئی پوچھتا۔

"یہی سائنٹیفک نکتہ تو تم سمجھ نہیں سکتے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ہومیوپیتھی کی دوا کھانے سے آشوب

چشم کیسے رفع ہو جاتا ہے۔ بھلا بتاؤ دوا کھانے سے آنکھیں کیسے ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ یہ سرمہ نہ کاجل نہ آنجن۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔ میرا سرمہ ہر مرض کی دوا بھی ہے۔ نزلہ، کھانسی، زکام، بخار، توندھی، پھولا، ککڑا، پیچش، بواسیر، درد کمر، درد گردہ وغیرہ وغیرہ اگر کسی کے سر میں درد ہو تو سامنے آئے۔ ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاؤں گا۔ اگر تین منٹ میں درد نہ جائے تو دس ہزار روپے یہیں گن دوں گا.... ہے کوئی.... باہر آئے۔"

اسی طرح روز ہی وہ مجمع لگا کر یکساں قسم کی تقریریں کیا کرتا تھا۔ مگر تھا بڑا چرب زبان۔ گریٹا نے کبھی یہ نہیں دیکھا تھا کہ کوئی مجمع سرمہ خریدے بغیر برخواست ہوا ہو۔ جب وہ کسی سر درد والے کو پکارتا تو مجمع سے اُسی کا کوئی ایجنٹ برآمد ہوتا اور اُس کی آنکھوں میں سرمے کی سلائیاں پھیری جاتیں اور وہ دو ہی منٹ بعد خوش ہو کر مجمع کو اطلاع دیتا کہ اُس کے سر کا درد کافور ہو چکا ہے۔ بس پھر دھڑا دھڑ سرمے کی شیشیاں فروخت ہونے لگتیں۔

آج بھی یہی ہو رہا تھا اور گریٹا کھڑکی میں کھڑی پہلوان کے کرتب دیکھ رہی تھی۔ اردو اُس کی مادری زبان نہیں تھی لیکن وہ مقامی باشندوں کی طرح اردو بول اور سمجھ سکتی تھی۔ وہ اینگلو برمیز تھی۔ اُس کا باپ شارٹی یہ ہوٹل چلا رہا تھا اور وہ باورچیوں کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ شارٹی فطرتاً کنجوس آدمی تھا۔ اس لئے جب گاہک زیادہ ہوتے تھے تو گریٹا کو سروس بھی کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ اُن کے پاس صرف ایک ہی بیرا تھا۔ مگر باورچنیں دو تھیں۔ حالانکہ ایک سے بھی کام چل سکتا تھا۔ اس کی وجہ آج تک گریٹا کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ وہ سست اور کاہل تھیں۔ اس لئے اُسے اُن کا بھی ہاتھ بٹانا پڑتا تھا۔

اس وقت بھی وہ اسی غرض سے یہاں آئی تھی اور کام سے نپٹنے کے بعد کھڑکی میں آکھڑی ہوئی تھی۔

دوا فروش کی تفریحی تقریر اُسے دلچسپ معلوم ہوئی تھی اور اکثر وہ بھی بے خیالی میں ہنس پڑا کرتی تھی۔ پھر اس وقت اُس کا ساتھی پہلوان بھی کسی قسم کی مسخرگی پر اُتر آیا تھا۔ لیکن گریٹا کا ذہن جلد ہی دوسری طرف منتقل ہو گیا اور یہ منتقلی خوشگوار نہیں تھی۔ کھڑکی کے قریب اُسے ایک ایسا آدمی نظر آیا جسے وہ متنفر ہو جانے کی حد تک ناپسند کرتی تھی۔ یہ ایک مقامی پیشہ ور پہلوان بوشن تھا۔ ہوٹل کے مستقل گاہکوں میں سے تھا اور محض گریٹا سے چھیڑ چھاڑ کرنے کے لئے دن میں ایک بار ضرور آیا کرتا تھا۔ وہ جب بھی گریٹا کو ہوٹل میں چھیڑتا اُس کے باپ کی بائیں آنکھ سے پانی بہنے لگتا اور وہ اُسے خشک کرنے کے بہانے اپنا منہ پھیر لیا کرتا تھا۔ شارٹی کی عمر ساٹھ

سال سے کم نہ رہی ہوگی۔ وہ پستہ قد اور منحنی سا آدمی تھا۔ چہرے پر بے شمار جھریاں تھیں جن کے درمیان کیچڑ اور نمی سے بھری ہوئی بائیں آنکھ بڑی قابل رحم نظر آتی تھی۔ بہر حال وہ مجسم بے چارگی کی تصویر تھا اور بوشن جیسے خطرناک آدمیوں سے اُس کی روح فنا ہوتی تھی۔

بوشن اس وقت گریٹا ہی کو دیکھ کر کھڑکی کے قریب آیا تھا۔

''بلو.... تتلی....!'' اُس نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ ''تم اس مسخرے کو کیا دیکھ رہی ہو۔ یہ تو صرف گوشت کا پہاڑ ہے۔'' اُس کا اشارہ دوا فروش کے ساتھی پہلوان کی طرف تھا۔

''ہٹو.... سامنے سے۔'' گریٹا کو غصہ آگیا۔ وہ اپنے باپ کی طرح بوشن سے خائف نہیں تھی۔

''ہاہا....'' بوشن نے قہقہہ لگا کر اُس کا بازو پکڑ لیا۔ کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں۔

''اوہ.... چھوڑو.... ذلیل.... یہ ہمت۔'' وہ داہنے ہاتھ سے اُس کے ہاتھ پر گھونسے مارتی ہوئی چیخی اور بوشن نے اُس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور ہنستا رہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں بوشن کو اُس کے ہاتھ چھوڑ دینے پڑے۔ دوا فروش کے پہلوان نے اُس کے شانے پر ہاتھ مارا تھا۔

''ابے.... یہ قیا ہو رہا ہے۔'' اُس نے آنکھیں نکال کر بوشن سے پوچھا۔ بوشن کا ہاتھ گھوم گیا۔ وہ قد میں دوا فروش کے پہلوان سے چھوٹا تھا۔ اس لئے اُس کا گھونسہ اُس کے سینے پر پڑا۔ لیکن اُسے سچ مچ ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ ہڈیاں اور گوشت کا پہاڑ ہی ہو۔ کیونکہ پہاڑ بھی تو نہیں ہلا کرتے اپنی جگہ سے۔ ویسے وہ بوشن کا ایسا جچا تلا ہاتھ تھا جس سے اُسکے مقابل ہمیشہ بچتے رہتے تھے۔

''ابے واہ....!'' دیو نما پہلوان ہاتھ نچا کر بولا۔ ''کیا لونڈیوں کی طرح ٹھسے بازی کر رہا ہے۔''

''ارے ہائیں ہائیں....!'' دوا فروش ہاتھ ہلاتا ہوا اُن کے درمیان آگیا اور بوشن نے جھلاہٹ میں اُسی پر حملہ کر دیا۔ مگر دوا فروش بھی غضب کا پھرتیلا تھا۔ اُس نے اتنی تیزی سے پینترا بدلا کہ بوشن اپنے زور ہی میں فٹ پاتھ پر منہ کے بل گر پڑا۔

گریٹا کا قہقہہ دل کی گہرائیوں ہی سے نکلا تھا۔ بوشن پاگل ہو گیا۔ اب وہ پھر پہلوان پر حملہ آور ہوا تھا۔ پہلوان نے اُس کے دو تین گھونسے کھائے اور اسی طرح اپنی جگہ پر جما رہا۔ جیسے اُن گھونسوں نے اُس کا جسم ہی سہلایا ہو۔ پھر یک بیک اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور اس زور کا دو ہتھڑ بوشن کے سر پر رسید کیا کہ اُس کی آنکھوں میں تارے ہی ناچ کر رہ گئے۔ وہ لڑکھڑایا اور دوا فروش نے اپنے پہلوان کو للکارا۔ ''شاباش.... بایاں مار.... واہ۔''

''بائیں جبڑے پر ہاتھ پڑتے ہی بوشن ڈھیر ہو گیا۔ پھر نہ اٹھ سکا۔''

''گنتی گنو....!'' پہلوان دوا فروش کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔ ''اٹھاؤ سالے کو۔ پر اٹھا بناؤں

گا۔ معزز خواتین کو چھیڑتا ہے.... سالا۔"

"دوافروش بوشن پر جھک کر گنتی گننے لگا اور دفعتاً گریٹا چلائی۔ "اوہ بھاگو اندر آجاؤ۔ اُس کے گرگے آرہے ہیں۔ اندر آجاؤ.... چلو۔"

سودا

بوشن کے آدمیوں نے ہوٹل کا صدر دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ پہلوان اور دوافروش کو گریٹا زبردستی اندر لے گئی تھی اور صدر دروازہ بند کر دیا تھا۔ جب دروازہ نہ کھلا تو اُن لوگوں نے دوافروش کے سامان ہی پر غصہ اتار کر رکھ دیا اور بوشن کو اٹھا لے گئے۔ ہوسکتا ہے کہ بوشن ہوش ہی میں رہا ہو لیکن شرمندگی کی وجہ سے آنکھیں نہ کھولی ہوں۔ وہ روستمبا کے نامور پہلوانوں میں سے تھا۔ باکسنگ میں کم ہی اس کے سامنے ٹھہر سکتے تھے۔

دوافروش اپنے پہلوان پر بگڑ رہا تھا۔

"ابے او رستم کے چچا۔ تم ٹھیکے دار ہو سارے زمانے کے۔ یہ تم نے کیا کیا؟"

"ٹھینگے سے۔" پہلوان بولا۔ "میں کسی سے کمزور ہوں؟"

"واقعی میری وجہ سے تم لوگ زحمت میں پڑ گئے۔" گریٹا نے کہا۔ "پردیسی معلوم ہوتے ہو۔ یہ بُرا شہر ہے۔ بوشن سے یہاں سب ڈرتے ہیں۔ وہ غنڈہ بھی ہے۔"

"میں سالے کی ٹانگیں چیر دوں گا۔" پہلوان نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"نہیں! تم نہیں جانتے۔ شاید پہلی بار یہاں آئے ہو۔ کہاں ٹھہرے ہو۔"

"سرائے میں۔" دوافروش بولا۔

اتنے میں شارٹی لپکتا ہوا اُن کے قریب پہنچا اور گھونسہ ہلا کر بولا۔ "اب یہ ہوگا کہ ہم سب فنا کر دیئے جائیں گے۔ میرے ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔"

"ہونے دو۔ سب کچھ ہونے دو۔" گریٹا دانت پیس کر بولی۔ "کمزور ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم اپنی عزت بیچ دیں۔"

"اور کیا۔" پہلوان آنکھیں نکال کر بولا۔ "میں دیکھوں گا سالے روستمبا کو۔"

دوافروش اس کا شانہ تھپکنے لگا اور بولا۔ "تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو پیارے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور شارٹی اُدھر دوڑا چلا گیا۔

"یہ تمہارے باپ ہیں؟" دوافروش نے گریٹا سے پوچھا۔

"ہاں یہ میرے باپ ہیں۔ کاش یہ بھی پہلوان ہوتے۔"

"میں تمہارا باپ۔" پہلوان چھاتی ٹھونک کر بولا۔ پھر فوراً گڑبڑا گیا۔

"مم مطلب یہ کہ.... میں تمہارے باپ کی اُدھار.... ارے ہاں.... حفاظت .... حفاظت کر سکتا ہوں۔"

شارٹی فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا لیکن اُس کے لہجے میں خونی کی قلقاریاں بھی شامل تھیں۔ گفتگو ختم کر کے وہ دوڑتا ہوا پھر اُن کی طرف آیا۔ اُس کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔

"دروازہ کھول دو۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "مسٹر ٹیوی کا فون تھا۔ وہ خود آ رہے ہیں۔ اس پہلوان سے ملاقات کریں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہارے ہوٹل میں کوئی قدم بھی نہیں رکھ سکتا جب میرے آدمی وہاں پہنچیں فوراً دروازہ کھلوا دینا۔ اب کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اوہو! پہلوان اپنی خوش نصیبی پر رشک کرو۔ ٹیوی صاحب تم سے ملنے آ رہے ہیں۔ اب تم سڑکوں پر ٹھوکریں نہیں کھاتے پھرو گے۔ وہ پہلوانوں کے قدرداں ہیں۔ اُن کی فرم میں کئی نامی پہلوان ملازم ہیں۔"

"اَے.... بوڑھے....!" دفعتاً دوافروش آنکھیں نکال کر بولا۔ "کیا میں فاقے کروں گا۔"

"اَے.... توم چوپ راؤ۔" پہلوان ہاتھ ہلا کر بولا۔ وہ غالباً گریٹا کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم دنیا کو دھوکا دیتے ہو۔" شارٹی نے کہا۔

"اے تمہیں کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ اس قسم کی باتیں کرو۔" دوافروش جھلا کر بولا۔

"پاپا.... تم جاؤ اپنا کام دیکھو۔" گریٹا بولی۔ پھر اس نے دوافروش سے کہا۔ "معاف کرنا بوڑھے آدمی ہیں۔ اکثر بہک جاتے ہیں۔ یہاں اس دنیا میں کون ہے جو کسی نہ کسی طرح دوسروں کو دھوکا نہیں دیتا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تم لوگوں کے لئے کچھ کھانے پینے کو لاؤں۔"

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد صدر دروازے پر دستک ہوئی اور شارٹی دروازے کی طرف لپکا لیکن دروازہ کھلتے ہی اُس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ کیونکہ وہ ٹیوی یا اس کے آدمی نہیں تھے، پولیس تھی۔

"یہاں کیا ہنگامہ ہو رہا ہے۔" انسپکٹر غرایا۔

"کک.... کچھ نہیں.... جج.... جناب والا۔" شارٹی ہکلایا۔

"سرمے والا کہاں ہے؟"

"اندر.... اندر جناب۔"

"ہٹو.... راستہ دو....!"

انسپکٹر کے پیچھے دو کانسٹیبل بھی تھے۔ وہ ہوٹل میں داخل ہوئے اور دوافروش اچھل پڑا۔

"ہوں بدمعاش۔" انسپکٹر سر ہلا کر بولا۔ "وہیں ٹھہرو۔ تم لوگ یہاں ہنگامہ برپا کرتے ہو؟"

"نہیں سرکار۔" دوافروش بولا۔ "بوشن نے میرے پہلوان کو گالیاں دی تھیں۔"

"جہنم میں جھونکو بوشن کو۔ تم نے کیسی چار سو بیس پھیلا رکھی ہے۔ طاقت کا سرمہ بیچتے ہو۔ نہ معجون نہ گولیاں۔ سرمہ.... دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو۔"

"نہیں سرکار.... سرمہ۔" دوافروش ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "جی ہاں میں طاقت کا سرمہ بیچتا ہوں۔ مجھے پھانسی پر چڑھا دیجئے لیکن میری سائنس کی توہین نہ کیجئے۔ آپ سرمہ کہتے ہیں میں تو عنقریب ایک ایسا منجن بھی پیش کرنے والا ہوں جو ہر مرض کی دوا ثابت ہو۔"

"مجھ سے بھی چرب زبانی کرتا ہے۔" انسپکٹر دھاڑا۔

"میں ثابت کر سکتا ہوں انسپکٹر صاحب صرف منجن دانتوں میں ملئے۔ درد سر غائب۔ بدہضمی کافور۔ بخار ختم۔"

"کیا بکواس ہے۔" انسپکٹر غصیلے انداز میں مسکرایا۔

"میں اپنی تھیوری رکھتا ہوں سرکار۔"

"اَخاہ.... افلاطون ہیں آپ۔ اسی لئے سڑکیں ناپتے پھر رہے ہیں۔"

"یہ میری بدنصیبی ہے۔ انگلینڈ یا امریکہ میں پیدا ہوا ہوتا تو قدر بھی ہوتی۔"

"اور.... قیا....!" پہلوان سر ہلا کر بولا۔

"تم نے بوشن کو مارا کیوں تھا؟" انسپکٹر اُس پر الٹ پڑا۔

"ان سے پوچھو....!" اُس نے دوافروش کی طرف اشارہ کیا۔

اتنے میں گریٹا کافی کی ٹرے لائی اور انسپکٹر اُسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ گریٹا نے اُسے خوش آمدید کہی تھی۔

اُس نے ٹرے میز پر رکھ دی اور باورچن کو آواز دے کر مزید تین کپ لانے کو کہا۔

"ارے نہیں۔ اس کی تکلیف نہ کرو۔" انسپکٹر مسکرایا۔

اتنی دیر میں دوافروش نے ایک کڑکڑاتا ہوا بڑا نوٹ لفافے میں رکھ لیا تھا۔ لب لگا کر لفافے کو بند کیا اور وہ لفافہ انسپکٹر کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"منجن اور سرے کا فارمولا۔"

انسپکٹر نے لفافہ لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا مجمع بہت بڑھ جاتا ہے ایسا کرو کہ وہ سڑک کے نیچے ہی رہا کرے۔"

"اب ایسا ہی ہوگا سرکار۔"

"مگر تم نے بوشن کو کیوں مارا تھا؟" انسپکٹر نے پہلوان سے پوچھا۔

"ارے.... یہ۔" دوا فروش بول پڑا۔ "اس کے پاس فارمولے نہیں ہیں۔ یہ تو خود ہی میرے لئے پرابلم بنا ہوا ہے سرکار۔"

"دیکھئے...." گریٹا بولی۔ "بوشن نے مجھ سے بدتمیزی کی تھی اس پر انہوں نے اُسے روکا۔ بس وہ لڑ پڑا۔"

"ارے مار ڈالا ہوتا سالے کو۔ تم سے بدتمیزی کی تھی؟" انسپکٹر آنکھیں نکال کر بولا۔

"جی ہاں۔"

"بہت اچھا کیا۔ مگر بوشن کی بڑی کرکری ہوئی ہے۔ لوگ اُس پر ہنس رہے ہیں۔ وہ ان دونوں کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اب تم دونوں فی الحال باہر مت نکلنا۔"

ٹھیک اُسی وقت ایک لمبا تڑنگا خوشرو آدمی ہوٹل میں داخل ہوا۔ اُس کی مونچھیں باریک ترشی ہوئی تھیں اور سوٹ بے داغ تھا۔ انگلیوں میں وزنی اور قیمتی انگوٹھیاں نظر آ رہی تھیں۔ شارٹی اس کی طرف لپکتا ہوا بولا۔ "اوہ مسٹر ٹیوی جناب۔"

پھر انسپکٹر کو اٹھتے دیکھ کر وہ دونوں بھی اٹھ گئے۔ انسپکٹر نے بڑی گرم جوشی سے ٹیوی کا استقبال کیا تھا۔

"اوہ.... انسپکٹر! شاید بوشن کا قصہ آپ کو یہاں لایا ہے۔" ٹیوی نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں تو مسٹر ٹیوی۔ بس یونہی آ نکلا تھا۔ مگر یہ بوشن بڑا بے ہودہ آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے مس گریٹا کو چھیڑا تھا۔"

"بڑا افسوس ہوا۔" ٹیوی نے لہجے میں خشکی پیدا کر کے کہا۔ "ہاں! وہ بہت بدتمیز آدمی ہے۔"

پھر وہ دوا فروش اور پہلوان کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ "آپ سب صاحبان تشریف رکھئے۔ بوشن کی کہانی جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔" دوا فروش پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اب شاید میں اپنے دھندے سے بھی جاؤں گا۔"

"کیا یہ ظلم نہیں ہے دوست!" ٹیوی نے مسکرا کر کہا۔ "کہ تم ایک اتنے اچھے پہلوان کو در در کی خاک چھنواتے پھر رہے ہو۔ ذرا باہر نکل کر دیکھو۔ شہر کے سارے اخبارات کے اسپورٹ رپورٹرز اور کیمرہ مین اس کے لئے فٹ پاتھ پر کھڑے ہیں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی جان دے دوں گا۔" دوا فروش میز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔

"اے خاموش رہو۔" انسپکٹر گرجنے لگا۔ "تم مسٹر ٹیوی کی توہین کر رہے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ ہو گا وہی جو مسٹر ٹیوی چاہیں گے۔"

"نہیں دوست.....!" ٹیوی نے مسکرا کر کہا۔ "تمہیں اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے کہ تم بھوکے مرو گے۔ یہ پہلوان بدستور تمہارے ساتھ رہے گا تمہاری کفالت کرے گا لیکن اب تم اسے سرمہ فروشی کا ذریعہ نہیں بنا سکو گے۔"

"یہ صرف طاقت ور ہے۔" دوا فروش بولا۔ "کشتی یا باکسنگ کے داؤں پیچ سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ سب کچھ کرنا ہمارا کام ہے۔" ٹیوی نے کہا۔

"لیکن یہ مجھ سے ایک سال کا ایگریمنٹ کر چکا ہے۔ میں اسے عدالت میں کھینچ لوں گا۔" دوا فروش نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اُسے پھاڑ کر پھینک دو۔" ٹیوی نے نرم لہجے میں کہا۔ "کل یہاں کے سارے اخبارات میں بوشن کی کہانی اور تمہارے پہلوان کی تصویریں شائع ہوں گی۔ اس کے بعد بھی کیا یہ مناسب ہو گا کہ یہ سڑک کے کنارے کھڑا ہو کر راہ گیروں کا دل بہلائے؟"

دوا فروش کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "اچھا میں ایگریمنٹ پھاڑ دوں گا لیکن اس کی قیمت پانچ ہزار ہو گی۔"

"بیٹھ جاؤ۔" ٹیوی خود بھی ایک کرسی سنبھالتا ہوا بولا۔ اور پھر جیب سے چیک بک نکالی اور فاؤنٹین پن کی نب اُس پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کراس یا بیئرر؟"

شارٹی نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور اُس کی داہنی آنکھ سے بھی پانی بہنے لگا۔ دوا فروش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیئرر۔"

ٹیوی کا قلم تیزی سے چل رہا تھا۔ اُس نے چیک کاٹ کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ دوا فروش نے اچھی طرح چیک کا جائزہ لے کر اُسے تہہ کیا اور جیب میں رکھ لیا۔ اس دوران میں شارٹی اس کے شانے پر جھکا ہوا آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے آسانی سے کیش ہو جائے گا۔ اسی بینک

میں میرا اکاؤنٹ بھی ہے۔"

"اچھا.... میرا اور اس کا ایگریمنٹ ختم ہو گیا۔" دوا فروش نے کہا۔ "لیکن میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کر سکوں گا۔ یعنی اگر یہ خود ہی تمہارے ساتھ جانے سے انکار کر دے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی۔"

"پرواہ مت کرو.... میں نے تمہارا حساب صاف کر دیا۔" ٹیوی نے مسکرا کر کہا۔ پھر پہلوان سے بولا۔ "کیوں دوست تم چلو گے نا میرے ساتھ؟ زندگی بن جائے گی۔"

پہلوان دوا فروش کی طرف دیکھنے لگا اور پھر بولا۔ "میرے اُستاد بھی میرے ساتھ چلیں گے۔"

"استاد.... کیا مطلب....؟" ٹیوی دوا فروش کو گھورنے لگا۔

"سرمہ لگا لگا کر مجھے تگڑا کیا ہے۔ داؤں پیچ سکھائے ہیں۔" پہلوان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں ان کا ساتھ کیسے چھوڑ دوں۔"

"دیکھو....! میں نے تمہارے لئے پانچ ہزار خرچ کئے ہیں۔" ٹیوی نے نرم لہجے میں کہا۔

"ان سے اجازت دلوا دو.... میں چلوں گا۔" پہلوان بولا۔

"کیوں بھئی.... دے دو اجازت....!" ٹیوی نے دوا فروش سے کہا۔

"اجازت کا سودا الگ سے ہو گا۔" دوا فروش بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"اے تم لٹیرے ہو کیا....؟" انسپکٹر نے آنکھیں نکالیں۔

"اس کا بھی فارمولا ہے میرے پاس.... حضور عالی!" دوا فروش نے آہستہ سے کہا اور انسپکٹر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"چلو اجازت کی قیمت بھی بتاؤ۔" ٹیوی نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صرف تین ہزار جناب... آٹھ ہزار روپے دوسرا پیشہ اختیار کرنے کیلئے کافی ہوں گے۔"

ٹیوی نے دوسرا چیک بھی اُس کی طرف بڑھا دیا۔

بات ختم ہو گئی۔ پہلوان ٹیوی کے ساتھ چلا گیا تھا اور ٹیوی نے شارٹی سے کہا تھا کہ وہ دوا فروش کو اپنے ہی ساتھ رکھے۔ دوا فروش کا سامان سرائے سے شارٹی کے ہوٹل میں منگوا لیا گیا۔

دوسرے دن دوا فروش نے گریٹا سے کہا۔

"میں تمہارے نام سے آٹھ ہزار روپے کا اکاؤنٹ کھول دوں؟"

"میرے نام سے کیوں؟" گریٹا متحیر رہ گئی۔

"اکثر مجھ پر دیوانگی کے دورے پڑتے ہیں اور میں غائب ہو جاتا ہوں۔ پہلے وہ پہلوان ڈھونڈ

نکالا کرتا تھا۔ مگر اب کیا ہوگا۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ کم از کم یہ روپے تو محفوظ رہیں۔"

"میں پاپا سے پوچھے بغیر ایسا نہیں کر سکتی۔"

"پوچھ لو.... میں اُس سے بھی گفتگو کر چکا ہوں۔ وہ تیار ہے۔"

گریٹا خاموش ہو گئی۔ اُس دن اخبارات میں بوشن اور اشتہاری پہلوان کی تصاویر آ گئیں۔ اُن کی کہانی بھی دہرائی گئی تھی اور پھر ایک خبر تھی کہ بوشن نے اُسے چیلنج کیا ہے۔ چیلنج منظور بھی کر لیا گیا ہے اور عنقریب دونوں کے درمیان باکسنگ کا مقابلہ ہوگا۔

"دیکھا۔" گریٹا نے دوافروش سے کہا۔ "بوشن پاگل ہو گیا ہے۔ شہر کے غنڈے اُس کے نام سے کانپتے تھے اُس کی بڑی توہین ہوئی ہے۔ مگر اب شاید اُس کی موت بھی آ گئی ہے.... کیا خیال ہے تمہارا؟"

"جہنم میں جائے۔" دوافروش نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "بوشن کے لئے تو میں ہی کافی ہوں۔" وہ ہوٹل کی اوپری منزل کے ایک کمرے میں کھڑا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اُس کے جسم پر چمڑے کی جیکٹ اور خاکی گیبر ڈین کی پتلون تھی اور وہ اس وقت نہ جانے کیوں گریٹا کو بڑا دلکش لگ رہا تھا۔ وہ خواب دیکھنے والی لڑکیوں میں سے تھی اور اُس کا ہیرو کچھ کاؤ بوائے ٹائپ کی چیز تھا۔

وہ بار بار اُس کے کمرے میں آتی تھی۔ لیکن وہ بہت کم اُس کی طرف متوجہ ہوتا۔ اس وقت بھی وہ اُس کی طرف پشت کیے کھڑکی کے قریب کھڑا تھا لیکن اس کے سوالات کا جواب دیتے وقت بھی اُس کی طرف نہیں مڑا تھا۔ گریٹا کو اُس کی ان حرکتوں پر بڑا تاؤ آتا۔ لیکن وہ کرتی بھی کیا.... کہنے کی بات ہی نہیں تھی۔ مگر اس وقت اُس نے جھلا کر اتنا ضرور کہا۔ "کیا تم پر دیوانگی کا دورہ پڑا ہے؟"

"ابھی تک تو نہیں پڑ سکا۔" جواب ملا لیکن اس بار بھی وہ اس کی جانب نہیں مڑا تھا۔ گریٹا کچھ اور آگے بڑھ آئی اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ باہر سڑک کے اُس پار ایک آدمی کھڑا دوافروش کو کسی قسم کے اشارے کر رہا تھا۔ اُس کی شکل بے حد ڈراؤنی تھی.... پھر شاید اُس نے بھی گریٹا کو دیکھ لیا اور برابر والی گلی میں تیزی سے داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ٹھیک اُسی وقت دوافروش بھی گریٹا کی طرف مڑا۔

"یہ کون تھا....؟" گریٹا نے بھرائی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"اب منجن کا کاروبار شروع کر دوں گا۔" دوافروش نے مسکرا کر کہا۔ "اُس کے لئے یہ آدمی

بہت مناسب رہے گا۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

گریٹا کچھ نہ بولی۔ اُسے دوا فروش کی بات پر یقین نہیں آیا تھا اور پھر وہ اُس خوفناک شکل والے آدمی کے متعلق الجھن میں پڑ گئی۔

دیوانگی

گریٹا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ دوا فروش کو بھی کوئی اچھا آدمی نہیں سمجھتی تھی پھر کیسے گوارا کر لیتی کہ وہ آٹھ ہزار روپے اُس کے نام سے کسی بینک میں جمع کر دے۔

اس کے برخلاف شارٹی نہ صرف خوش نظر آرہا تھا بلکہ دوا فروش کی خاطر و مدارات کے سلسلے میں زمین و آسمان ایک کیے دے رہا تھا۔

گریٹا نے شارٹی سے کہا کہ وہ اسے مناسب نہیں سمجھتی پتہ نہیں دوا فروش کیسا آدمی ثابت ہو۔

"اوہ.... پاگل....!" شارٹی نے ناک سے شوں شوں کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک بے سہارا آدمی کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ وہ یہاں اجنبی ہے۔"

"تو وہ اپنے ہی نام سے اکاؤنٹ کیوں نہیں کھولتا۔"

"اوہ.... اُس پر دیوانگی کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ جڑی بوٹیاں سب سے پہلے خود استعمال کرتا ہے۔ ایک بار کسی تجربے کے سلسلے میں اُس پر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا جو اب بھی اکثر پڑ جاتا ہے۔ دیوانگی کے دوران وہ اپنی پچھلی زندگی کے متعلق سب کچھ بھول جاتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر میں بے ایمانی پر اُتر آؤں تو؟" گریٹا نے مسکرا کر کہا۔

"خاموش.... خاموش۔" وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا بکواس کر رہی ہو۔ اگر وہ بھڑک گیا تو.... تم کیسی ناسمجھ ہو۔"

"ہوں.... تو تم یہ چاہتے ہو پاپا کہ اُسے بے وقوف بناؤں؟"

"لڑکی تو پاگل ہوگئی ہو۔ آہستہ بول۔" شارٹی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

گریٹا چپ ہو رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں خود شارٹی ہی اس کام کے لئے اپنا نام پیش نہ کر بیٹھے۔ اس صورت میں دوا فروش کے روپے یقینی طور پر ڈوب جاتے۔ وہ اپنے باپ کے عادات واطوار سے بخوبی واقف تھی۔ شارٹی گو جسمانی طور پر ناکارہ تھا لیکن اُس کا ذہن ہر وقت سازشوں اور داؤں پیچ میں لگا رہتا تھا۔ لوگ اُس کے حلیہ سے دھوکا کھا جاتے تھے۔ بظاہر وہ ایک مظلوم اور

خارش زدہ کتے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا لیکن اُس کی چالیں بڑی تباہ کن ہوتی تھیں۔

اس کے برعکس گریٹا کو مکاری سے نفرت تھی۔ وہ کسی کو دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ لہٰذا اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ اکاؤنٹ اپنے ہی نام سے کھلوائے ورنہ ہو سکتا ہے کہ دوا فروش کے زیادہ چالاک ثابت ہونے پر انہیں حقیقتاً کسی بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ بہر حال اُس نے شارٹی کو اطمینان دلا دیا کہ اب وہ اُس کی مخالفت نہیں کرے گی۔

ساگر نے اُس کے نام سے اُسی بینک میں اکاؤنٹ کھول دیا جس کے چیک تھے۔ اُسی وقت گریٹا کو اُس کا نام بھی معلوم ہوا ورنہ وہ اُسے سرمہ والا ہی کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ وہ اُس کے متعلق الجھن میں مبتلا تھی کہ آخر وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اُسے اچھا سمجھے یا بہت بُرا۔ کیونکہ وہ خاصا تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا لیکن اُس نے کسی تعلیم یافتہ آدمی کو سڑک کے کنارے مجمع لگا کر سرمہ بیچتے بھی نہیں دیکھا تھا۔

بینک سے واپس آکر وہ پھر اوپری منزل پر چلا گیا تھا اور یہ چیز تو ابھی تک گریٹا محسوس ہی نہیں کر سکی تھی کہ وہ اُس کی ذات میں کسی قسم کی دلچسپی لے رہا ہے۔

دوپہر کا کھانا وہ خود ہی اوپری منزل پر لے گئی۔ شارٹی کی تاکید تھی کہ اب وہ کھانا اُسی کے ساتھ کھایا کرے۔

کھانے کی میز پر گریٹا نے پھر ساگر کی آئندہ زندگی کے متعلق گفتگو چھیڑ دی۔

"منجن....!" ساگر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "منجن ہی زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اس طرح میں اپنی تھیوری کو زیادہ کار آمد بنا سکوں گا۔ تم نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے؟"

"جونیئر کیمبرج سے آگے نہیں پڑھ سکی۔ پڑھنے لکھنے میں میرا دل نہیں لگتا۔"

"ہوں.... بہر حال تم میری تھیوری کو کسی حد تک سمجھ سکو گی۔"

"نہیں.... میں تھیوری نہیں سنوں گی۔ اس لفظ ہی سے مجھے الجھن ہوتی ہے۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم یا تو کوئی بہت بڑے فراڈ ہو یا بالکل احمق۔"

"بالکل احمق ہی سمجھو۔ فراڈ کا سلیقہ مجھ میں نہیں ہے۔"

"مجھے تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔" گریٹا نے کہا۔

"ہونا بھی چاہئے۔" ساگر نے کہا اور ہاتھ روک کر کرسی پیچھے کھسکائی۔

"ارے.... کھاؤ....!" گریٹا ہنس پڑی۔ "کیا خفا ہو گئے؟"

"ہاں میں جا رہا ہوں یہاں نہیں رہوں گا۔"

"کیوں....؟"

"تم لوگوں کو مجھ سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن اسے بھی یاد رکھو کہ تم صرف اسی چھت کے نیچے محفوظ ہو۔"

"کیا مطلب....؟"

"کھاؤ.... کھاتے رہو.... یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ مسٹر ٹیوی نے تمہیں پناہ دی ہے۔"

"تو پھر اس سے کیا؟"

"جب تک تم یہاں ہو.... لوگ یہی سمجھیں گے کہ تم مسٹر ٹیوی کی پناہ میں ہو۔ یہاں کے علاوہ کہیں اور قیام کرنے کا مطلب یہی ہوگا کہ مسٹر ٹیوی نے تم پر سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔"

"پھر کیا ہوگا....؟"

"بوشن کے آدمی تمہیں بڑی بے دردی سے قتل کردیں گے۔ وہ ایسے پاگل کتے ہیں جنہیں بھوک ہو یا نہ ہو مگر بھنبھوڑ کھائیں گے۔"

"کیا وہ ٹیوی سے ڈرتے ہیں؟"

"نہیں.... یہ ایک معاہدہ کے تحت ہوتا ہے۔ کیا تم یہاں کے پہلوانوں اور اُن کی فرموں کے متعلق کچھ نہیں جانتے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"ارے تو کھانا کھاؤ.... میں تمہیں بتاؤں گی۔"

ساگر نے پھر کھانا شروع کردیا اور گریٹا بولی۔ "یہاں دو بڑی فرمیں سب سے زیادہ بزنس کرتی ہیں۔ ایک ٹیویز ہے اور دوسری بلنگرز۔ دونوں ایک دوسری کی حریف ہیں۔ ٹیوی اور بلنگر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں بوشن بلنگرز کا پہلوان ہے اور ٹیوی تمہارے پہلوان کو لے گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دونوں کا مقابلہ ہوگا۔ بوشن کے پٹنے کی خبر پر وہ اسی لئے دوڑا آیا تھا۔ جب بوشن نے یہ دیکھا کہ وہ ٹیوی کے قبضے میں آگیا ہے تو اُس نے اُسے باقاعدہ طور پر چیلنج کردیا۔ اب دیکھنا ٹیوی کتنے زور و شور کے ساتھ بوشن کے پٹ جانے کی پبلسٹی کراتا ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا....؟"

"دونوں کے مقابلہ کے لئے میدان ہموار ہوگا۔ پھر مقابلے میں تمہارا پہلوان بوشن کو یقینی طور پر پیٹ دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سیزن کا سب سے بڑا مقابلہ ہوگا۔"

"مگر.... تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ بوشن کے آدمی مجھے ٹیوی کی پناہ میں دیکھ کر بخش کیوں دیں گے؟"

"ٹیوی اور بلنگرز کے درمیان معاہدہ ہوا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے کسی ایسے آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جس کی ملازمت کی مدت ایک سال سے کم ہو۔ اب ایک سال تک بلنگر کے آدمی تمہیں یا تمہارے پہلوان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"

"یہ تو بڑا عجیب معاہدہ ہے۔"

"صرف عجیب ہی نہیں بلکہ دانش مندانہ بھی ہے۔"

"کیوں....؟"

"شروع شروع میں دونوں طرف کے کچھ نئے پہلوان بیکار ہو گئے تھے۔ یعنی مثال کے طور پر ٹیوی نے کوئی پہلوان ملازم رکھا اور بلنگر کو اُس کی طرف سے خدشہ محسوس ہوا کہ اُس کے پہلوان اُس کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے تو وہ کسی نہ کسی بہانے اُسے اس طرح پٹوا دے گا کہ وہ مقابلے کے قابل ہی نہ رہ جائے۔ اس طرح دونوں ہی کو نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ پھر دونوں نے آپس میں طے کیا کہ ایک سال سے کم مدت کے ملازم پہلوانوں کی دونوں حفاظت کریں گے۔ انہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ویسے پرانے ملازموں کے درمیان اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں اور دونوں آئے دن عدالت میں کھڑے رہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پولیس انسپکٹر بھی ٹیوی سے مرعوب نظر آ رہا تھا۔"

"وہ پولیس کمشنر کے گہرے دوستوں میں سے ہے۔ اس لئے انسپکٹر تو اُسے سلام کیا کرتے ہیں۔"

"اور.... بلنگر....؟"

"ہونہہ! پولیس والے تو کسی کے بھی دشمن نہیں ہوتے۔" گریٹا ہنس کر بولی۔ "وہ بلنگر کا بھی اتنا ہی احترام کرتے ہیں۔"

"یہ بات مجھے قطعی پسند نہیں آئی۔" ساگر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری پسند یا ناپسند سے کیا ہوتا ہے۔ جب تمہیں مرنا ہوگا.... چپ چاپ مر جاؤ گے۔"

"خیر میں اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" ساگر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "بوشن کے آدمیوں سے کہاں مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"میں اُن سے ٹکرانا چاہتا ہوں۔"

"شاید تم پر دیوانگی کا دورہ پڑنے والا ہے۔" گریٹا ہنس پڑی۔

"سنو۔ ایک تدبیر ہے میرے ذہن میں۔" ساگر نے آہستہ سے کہا۔

"کیا....؟"

"وہ جیسے فلموں میں نقاب لگاتے ہیں نا.... بس ویسے ہی نقاب لگا کر جاؤں۔"

"کیا تم بالکل گدھے ہو مائی ڈیئر مسٹر ساگر....؟"

"نہیں.... دیکھو.... ہو سکتا ہے کہ تم غلطی پر ہو۔ مس شارٹی بھلا میں ٹیوی کا ملازم کیسے ہونے لگا۔ ملازم تو پہلوان ہے۔ وہ بوشن یا اُس کے آدمیوں کے حملے سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر میں....؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اور پھر ٹیوی کو مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے جب کہ میں اُس سے آٹھ ہزار بھی وصول کر چکا ہوں۔"

"یہی تو میں سوچتی ہوں.... مگر....؟"

"مگر کیا....؟"

"پاپا کہتے ہیں کہ ٹیوی ساگر کا بھی حلیف ہے۔"

"لیکن ساگر کی سمجھ میں تو نہیں آئی یہ بات۔" ساگر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"پھر تم کیا سوچ رہے ہو....؟"

"وہ مجھے دھوکے میں رکھ کر اپنے آٹھ ہزار وصول کرنا چاہتا ہے۔"

"اوہ.... تو.... تم نے اسی لئے میرے نام سے اکاؤنٹ کھولا ہے؟"

"بالکل....!" ساگر نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا اگر میں تمہیں وہ رقم نہ دوں تو.... ظاہر ہے کہ اب وہ میرے قبضے میں ہے۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ....!"

"ختم کرو۔" ساگر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ رقم میری ہے۔"

"پھر....؟"

"پھر کچھ بھی نہیں۔ تم مجھے اتنی چھوٹی طبیعت کا آدمی کیوں سمجھتی ہو؟ اور تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کہ میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

"کیا بکواس ہے۔" گریٹا جھلا گئی اور ساگر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ شارٹی مجھے گدھا سمجھتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ پتہ نہیں تم کون ہو اور کس چکر میں ہو۔"

"میں کسی چکر میں نہیں ہوں۔ بس لوگوں کو متحیر کر دینا میری ہوبی ہے۔"

دفعتاً ایک باورچن چیختی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"ارے مار ڈال رہے ہیں.... صاحب کو.... بچاؤ۔"

وہ دونوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"کیوں کیا بات ہے۔" دونوں کی زبانوں سے بیک وقت نکلا۔

"پانچ ہیں۔" باورچن ہانپتی ہوئی بولی۔ "صاحب کو مارا ہے۔ دروازہ بند کر لیا۔ اب سارا سامان توڑے پھینکے دے رہے ہیں۔"

وہ تینوں تیزی سے زینوں کی طرف جھپٹے۔

ڈائننگ ہال سے فرنیچر ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کرسیاں اور میزیں اٹھا اٹھا کر پٹخی جا رہی ہوں۔

ہال میں پہنچ کر گریٹا کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ تین آدمی فرنیچر اور کراکری توڑ رہے تھے ایک نے شارٹی کے دونوں ہاتھ پکڑ رکھے تھے اور دوسرا اُس کے گالوں پر تھپڑ مار رہا تھا۔ ویٹر ایک گوشے میں سہما کھڑا تھا اور باورچنیں حلق پھاڑ رہی تھیں۔

"اے....!" ساگر نے گریٹا کا شانہ دبا کر کہا۔ "تم ویٹر سے کہو کہ وہ صدر دروازے پر جم جائے۔ میں ان میں سے کسی کو بھی باہر نہیں جانے دوں گا۔"

"آ....ہا....!" فرنیچر توڑنے والوں میں سے ایک ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "یہ رہا سرے والا۔"

دوسرے ہی لمحے میں ساگر ہال کے وسط میں تھا اور وہ پانچوں اُس پر ٹوٹ پڑے تھے گریٹا دوڑ کر شارٹی کے پاس پہنچی جو اپنی جگہ پر کھڑا کانپ رہا تھا اور انہیں گالیاں دے رہا تھا۔

"فون پاپا.... فون۔" گریٹا اُسے جھنجھوڑ کر بولی۔

"حرامیوں نے تار پہلے ہی کاٹ دیئے تھے۔" شارٹی نے سسکی لے کر کہا۔

"پھر.... پھر....!" گریٹا بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "یہ تو اُسے مار ڈالیں گے۔"

"جہنم میں جائے۔" شارٹی دانت پیس کر بولا۔ "اسی کی بدولت یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔"

مگر وہ پانچوں بھی اُسے جہنم میں نہ بھیج سکے۔ بلکہ انہیں تو خود اپنی عافیت خطرے میں نظر آ رہی تھی کیونکہ سرے والا تو سخت چمڑے اور فولادی ہڈیوں والا ثابت ہو رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ اس قسم کی بے ہنگم لڑائیوں کے اصولوں سے بھی واقف معلوم ہوتا تھا۔ اتنی ہی سی دیر میں اُس نے دو آدمیوں کو قطعی بیکار کر دیا اور اب اُن تینوں کے جبڑے بھی سہلا رہا تھا۔

گریٹا حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس ہنگامے کو دیکھتی رہی۔ وہ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ وہ صدر دروازے کے لئے بھی دیوار بن کر رہ گیا ہے۔ ایک آدمی کئی بار کوشش کر چکا تھا کہ نکل جائے لیکن اُس نے اُسے ایسا نہ کرنے دیا۔

وہ تینوں بے حد شور مچا رہے تھے مگر ساگر کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

"پاپا.... میں کہتی ہوں۔"

"کچھ مت کہو۔ اگر ہم نے ذرہ برابر بھی مداخلت کی تو ہم کہیں کے نہ ہوں گے۔ خاموشی سے دیکھتی رہو۔"

"میں تو اوپر جا کر شور مچاؤں گی۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" شارٹی نے آنکھیں نکالیں۔

گریٹا مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ساگر کی مدد کس طرح کرے.... لیکن.... لیکن اُسے کسی کی مدد کی ضرورت ہی کیا تھی۔ گریٹا کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک آدمی اور ڈھیر ہو گیا۔ اب صرف دو ہی رہ گئے تھے اور اُن کی کوشش یہی تھی کہ بھاگ نکلیں لیکن ساگر سے چھٹکارا مشکل ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ تو بھوت معلوم ہوتا ہے۔" شارٹی نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "مگر اب کیا ہو گا۔ اگر یہ لوگ یہاں بے ہوش پائے گئے.... ارے کہیں کوئی مر نہ گیا ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اکڑوں بیٹھ گیا۔

دونوں آدمی اب شرابیوں کی طرح لڑکھڑا رہے تھے۔ اُن کی ناکوں اور منہ سے خون جاری تھا اور آنکھیں انگارے معلوم ہو رہی تھیں۔

یک بیک ساگر نے دونوں کی گردنیں دبوچ کر سر ٹکرائے اور وہ بھی بے ہوش ہو کر گر گئے۔

اب وہ شارٹی اور گریٹا کی طرف متوجہ ہوا۔ گریٹا اُس سے پوچھنے لگی کہ کہیں چوٹ تو نہیں آئی لیکن وہ اُس کی بات کا جواب دیئے بغیر شارٹی کی طرف جھپٹا اور اُسے گود میں اٹھا کر باورچی خانے میں جا گھسا.... پھر گریٹا نے شارٹی کی چیخیں سنیں۔ "ارے بچاؤ.... بچاؤ.... یہ پپ.... پاگل ہو گیا ہے.... بچاؤ۔"

گریٹا باورچی خانے کی طرف جھپٹی لیکن یہاں کا منظر بھی کم متحیر کن نہیں تھا۔ ساگر نے شارٹی کے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے اور اب شوربے کی دیگچیاں اُس پر الٹ رہا تھا۔

"ارے.... ارے....!" گریٹا چیخی۔

"بھاگ جاؤ۔" وہ اُسے بھی مارنے دوڑا۔ دونوں باور چنوں کی چوٹیاں کھینچیں اور کچن کا عقبی دروازہ کھول کر گلی میں بھاگ گیا۔

شارٹی اپنی آنکھیں ملتا اور چیختا ہوا شور بے میں لوٹ رہا تھا۔

خوفناک آدمی

ٹیوی اپنے آفس میں تنہا بیٹھا پیشنس کھیل رہا تھا۔ آفس میں آج تک کسی نے بھی اُسے ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا جب اُس کی میز پر تاش کے پتے موجود نہ رہے ہوں۔

وہ اپنی لاپروائی اور سرد مہری کے لئے دور دور تک مشہور تھا۔ لیکن اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے سطح سے گر جانا بھی اُس کے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ یہی چیز اُسے اپنے ٹائپ کے لوگوں سے کچھ مختلف بنا کر پیش کرتی تھی۔ ورنہ ایسے لوگ تو چٹان ہوتے ہیں۔ اُن کے اپنی جگہ سے ہلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ تنہائی میں پیشنس نہیں کھیلتا بلکہ تاش کے پتوں کے سہارے بڑی بڑی اسکیمیں مرتب کیا کرتا ہے۔ ویسے اس خیال میں کسی حد تک شاید صداقت بھی تھی کیونکہ پیشنس کھیلتے وقت اگر کوئی اس مشغلے میں حارج ہوتا تھا تو ٹیوی کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار ضرور دکھائی دیتے تھے۔

اس وقت بھی جیسے ہی کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی وہ بھوکے شیر کی طرح غرانے لگا اور پھر غراہٹ ہی سے ملتے جلتے لہجے میں گھنٹی بجانے والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔

"اوہ....!" وہ یک بیک اچھل پڑا اور اُس کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل کر رہ گئیں۔ کیونکہ شارٹی عجیب حلئے میں اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

اُس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے اور وہ شور بے میں نہایا ہوا تھا۔

"کیوں.... کیا بات ہے؟" ٹیوی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک بند گاڑی میں یہاں تک آیا ہوں تاکہ آپ کو اپنی حالت دکھا سکوں۔ آپ کو یقین آجائے کہ میں آپ کا کتنا فرمانبردار ہوں مسٹر ٹیوی۔"

"کیا ہوا کیا بات ہے؟"

"سرمہ فروش کو آپ نے میرے سپرد کیا تھا۔ آج بوشن کے پانچ آدمی میرے ہوٹل میں

گھس آئے۔ گاہکوں کو باہر نکال دیا۔ پھر صدر دروازہ بند کر کے توڑ پھوڑ مچادی۔ مجھے خوب پیٹا۔ ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے۔ اتنے میں اُدھر سے ساگر آگیا اور اُس نے اُن پانچوں کی اچھی خاصی مرمت کر دی کسی کو بھی نہیں بھاگنے دیا۔ پانچوں کو مار مار کر وہیں گرا دیا۔"

"نہیں.... جھوٹ....!"

"یقین کیجئے جناب.... آپ سے جھوٹ بول کر میں کہاں رہوں گا۔"

"اُس نے تنہا انہیں مارا تھا؟" ٹیوی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں جناب.... اور وہ پانچوں آدھے گھنٹے تک بے ہوش پڑے رہے تھے۔"

"کمال ہے.... اچھا پھر کیا ہوا....؟"

"اس کے بعد وہ دیوانہ مجھ پر ٹوٹ پڑا.... اور میں اپنی خستہ حالی سمیت آپ کے سامنے موجود ہوں۔ میرے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مجھ پر شوربہ انڈیلا.... اور بھاگ گیا۔"

"بھاگ گیا....؟"

"ہاں.... جناب لیکن آپ کے آٹھ ہزار روپے محفوظ ہیں۔ میں نے اُن کا نقصان نہیں ہونے دیا۔"

"وہ کیسے؟" ٹیوی نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"میں نے پھسلا کر گریٹا کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا دیا تھا۔"

"پھسلا کر....؟" ٹیوی نے قہقہہ لگایا۔ "تم گھاس تو نہیں کھا گئے شارٹی وہ بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"لفظ پھسلانا غلط استعمال کیا ہے میں نے۔" شارٹی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میں نے دراصل اُسے ڈرایا تھا اس سلسلے میں مجھے تھوڑا سا جھوٹ بھی بولنا پڑا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ میں آپ کی وہ رقم ضائع نہ ہونے دوں۔ آپ کچھ اور نہ سمجھئے گا۔ میں نے اُس سے کہا تھا کہ آپ اُس سے وہ رقم کسی نہ کسی طرح وصول کر لیں گے۔ اس لئے وہ اکاؤنٹ بھی اپنے نام سے نہ کھولے۔"

ٹیوی چند لمحے سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "اب اُسے تلاش کرو۔ اگر تم مجھے اُس کا صحیح پتہ بتا سکے تو میں تم سے وہ آٹھ ہزار واپس نہیں لوں گا۔ وہ گریٹا ہی کے ہوں گے۔"

"اوہ.... جناب آپ کتنے اچھے ہیں۔" شارٹی کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ہاں.... اُن پانچوں کا کیا ہوا؟"

"میں نے انہیں پولیس کے حوالے کر دیا ہے اور اپنی رپورٹ درج کرا دی ہے۔ لیکن اب

بوشن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"تم گدھے ہو۔ بوشن کبھی اعتراف نہ کرے گا کہ وہ اُس کے آدمی تھے۔ ویسے میں تم لوگوں کی حفاظت کے لئے کچھ آدمی مقرر کر دوں گا۔ لیکن اُسے ضرور تلاش کرو۔ یہ کام گریٹا بخوبی انجام دے سکے گی.... کیوں؟"

"جی ہاں.... جی ہاں.... میں اُسے مجبور کروں گا۔ بھلا وہ آپ ہی کا کام نہ کرے گی جناب۔"

"بس جاؤ۔" ٹیوی نے کہا اور پھر پتے پھینٹنے لگا۔

گریٹا نے محسوس کیا کہ وہ ساگر کے لئے بے چینی محسوس کر رہی ہے۔ وہ اُس کے لئے عجیب و غریب آدمی ثابت ہوا تھا بلکہ بعض اوقات تو وہ یہ بھی سوچنے لگتی تھی کہ کہیں وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق تو نہیں تھا۔ آخر اُس نے بعد میں شارٹی پر کیوں حملہ کر دیا تھا؟ اور وہ حملہ اتنا عجیب کیوں تھا؟ اُس نے اُسے مارا پیٹا کیوں نہیں تھا؟ صرف کپڑے پھاڑے اور شوربے سے نہلا دینے کا کیا مطلب ہو سکتا تھا؟

اور شارٹی کی بعض حرکتیں تو اُس کے لئے یوں بھی متنفر کن ہوا کرتی تھیں۔ مثال کے طور پر یہی ڈبل رول۔ ایک طرف اُس نے آٹھ ہزار ہتھیانے کی کوشش کی تھی اور پھر بعد میں ٹیوی کے پاس بھی یہ بتانے کے لئے دوڑا گیا تھا کہ وہ روپے اُس نے اُسی کے حق میں محفوظ کئے ہیں۔

آخر ساگر کس قسم کا آدمی تھا۔ زبان کے ساتھ ہی اُس کے ہاتھ بھی چلنا جانتے تھے۔ بوشن کے بدمعاشوں سے تنہا نپٹ لینا آسان کام نہیں تھا۔ وہ سوچتی رہی اور متحیر ہوتی رہی۔ شارٹی نے اُسے اپنی اور ٹیوی کی ملاقات کے متعلق بھی بتایا تھا لیکن وہ سوچ رہی تھی کہ اسے تلاش کہاں کرے گی۔ کیا وہ ایسا ہی احمق ہے کہ بوشن سے بگاڑ کرنے کے بعد روستمبا کی سڑکوں پر مارا مارا پھرے گا۔ پھر بھی اُس نے ارادہ کیا کہ وہ شام کو اُس کی تلاش میں ضرور نکلے گی۔ ہو سکتا ہے کسی تفریح گاہ ہی میں نظر آ جائے۔ مگر شام کو جب وہ لباس تبدیل کر کے باہر جانے کے لئے تیار تھی اُسے ڈائننگ ہال ہی میں رک جانا پڑا۔ کیونکہ اُسے وہاں وہی خوفناک شکل والا آدمی نظر آیا تھا جسے پچھلے دن اُس نے ساگر کو اشارے کرتے دیکھا تھا۔ وہ بڑے وحشیانہ انداز میں اسٹیک کھا رہا تھا۔

وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ آج سے پہلے وہ اس ہوٹل میں کبھی نہیں دکھائی دیا تھا۔

شارٹی حسب معمول کاؤنٹر کے پیچھے کھاتے پر جھکا ہوا دن بھر کے اخراجات لکھ رہا تھا۔ گریٹا کاؤنٹر کے پیچھے چلی گئی۔

"کیوں....؟" شارٹی نے سر اٹھا کر کہا۔

"میں اُس کی تلاش میں جانے کا ارادہ کر رہی ہوں۔"

"تو جاؤنا۔" شارٹی نے کہا اور پھر رجسٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہاں.... جاؤں گی.... آج یہاں ایک نیا گاہک نظر آ رہا ہے۔"

"آتے ہی جاتے رہتے ہیں۔" شارٹی نے لاپروائی سے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ "کون.... کہاں؟" وہ گردن اٹھا کر میزوں پر نظر دوڑانے لگا۔

"اوہ.... یہ کون ہے؟" اُس نے مڑ کر خوفزدہ آواز میں گریٹا سے کہا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔

"پتہ نہیں کتنا ڈراؤنا آدمی ہے۔"

"ارے تو تم کیوں کھڑی ہو یہاں.... جاؤ....!"

"چلی جاؤں گی۔ کون سی آفت آئی ہوئی ہے۔" گریٹا نے کہا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں یہ آدمی ساگر ہی کی تلاش میں یہاں نہ آیا ہو لیکن اُس نے شارٹی کو اُس کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔

خوفناک صورت والا آدمی سر جھکائے ہوئے اسٹیک کھانے میں مشغول تھا۔ یک بیک اُس نے کسی وحشی درندے کی طرح گردن اونچی کی.... اور گردوپیش کا جائزہ لینے لگا۔

غالباً اسٹیک ختم ہو چکے تھے۔ گریٹا نے اُسے اٹھتے دیکھا.... وہ بڑی تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ گریٹا سہم گئی اور شارٹی بھی ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

وہ کاؤنٹر پر دونوں کہنیاں ٹیک کر جھکا اور شارٹی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اجنبی کی آنکھوں میں اُسے خون کی پیاس نظر آئی تھی۔

گریٹا کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔

"مجھے مسٹر ساگر کی تلاش ہے؟" اجنبی سانپ کی طرح پھپکارا۔

کئی سیکنڈ تک انہیں کوئی جواب نہ سوجھا۔ اجنبی براہِ راست شارٹی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"وہ مجھے مار پیٹ کر بھاگ گیا۔" شارٹی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ.... خدا کی پناہ۔" اجنبی نے نرم لہجے میں کہا۔ "وہ کہاں ملے گا؟"

"آپ اُسے کیا جانیں۔" گریٹا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"اوہ.... وہ میرے بھائی کو پھسلا کر بھگا لایا ہے۔" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کون بھائی.... وہی پہلوان....؟"

"ہاں.... وہی.... وہ کہاں ہے؟"

"وہ تو ٹیویز کی فرم میں پہنچ گیا۔" شارٹی نے کہا۔ "کیا تم اخبار نہیں دیکھتے؟"

"نہیں! مگر وہ وہاں کیسے پہنچا۔"

شارٹی نے اُسے بوشن کے جھگڑے کے متعلق بتایا۔ اجنبی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ "میں اُس ساگر کے بچے کی گردن توڑ دوں گا اور ٹیویز کے خلاف مقدمہ دائر کروں گا۔ میرا بھائی بیوقوف آدمی ہے۔ موٹی عقل والا۔"

"مگر اُس نے ساگر سے ایک سال کا معاہدہ کیا تھا۔" شارٹی نے کہا۔

"سب بکواس ہے۔"

"ارے اُس نے اُس معاہدے کی قیمت آٹھ ہزار روپے مسٹر ٹیوی سے وصول کی ہے۔"

"تب پھر یہ مسٹر ٹیوی کوئی پرلے سرے کا گدھا معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں....؟"

"میں اپنے بھائی کو واپس لے جاؤں گا اور وہ اپنی رقم کو روئے گا۔"

"ساگر اپنا سامان یہیں چھوڑ گیا ہے۔" شارٹی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیوں بے تکی بات کرتے ہو پاپا۔" گریٹا جھلا گئی۔ "وہ کیسا ہی آدمی کیوں نہ ہو۔ اُس کے سامان کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔"

"اے لڑکی تم شور کیوں مچاتی ہو۔" اجنبی نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "کیا میں اُس کا سامان اٹھائے لیے جارہا ہوں۔"

"نہیں نہیں.... مسٹر.... کوئی بات نہیں۔" شارٹی بوکھلا کر بولا.... یہ ناسمجھ ہے۔ جاؤ گریٹا تم اپنا کام دیکھو۔"

"میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں....؟" شارٹی کو غصہ آگیا۔

"میری مرضی۔"

شارٹی دانت پیسنے لگا اور اجنبی مسکرا کر بولا۔ "ناسمجھ ہے نا۔ میری لڑکی ہوتی تو قیمہ کر کے رکھ دیتا۔"

گریٹا کا دل چاہا کہ اُس کے سر پر اسٹول دے مارے۔

"چلی جاؤ.... جاؤ یہاں سے۔" شارٹی مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

مگر گریٹا اسٹول کھینچ کر نہایت اطمینان سے بیٹھ گئی۔ اجنبی مسکرا رہا تھا۔ لیکن شارٹی تیغ بے

نیام بنا جا رہا تھا۔ دفعتاً اجنبی نے اُس سے کہا۔

"میں تم سے کیا بات کروں۔ میں کیا کر سکتا ہوں میں تو بڑی مصیبتوں میں پھنس گیا ہوں۔ مسٹر ٹیوی نے ساگر کو میرے سپرد کیا تھا۔ بوشن میرا دشمن ہو گیا۔ اب تمہارے تیور بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ تم بھی کسی نیک ارادے سے نہیں آئے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔" اجنبی نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن میں اپنے بھائی کو پیشہ ور پہلوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے نہیں دیکھ سکتا اور نہ مجھے یہی پسند ہے کہ وہ سرمہ یا منجن بیچتا پھرے۔"

"مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔" شارٹی نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "مسٹر ٹیوی بہت بڑے آدمی ہیں۔ پولیس کمشنر سے اُن کی دوستی ہے اور جسٹس بوڈائی اُن کا بڑا خیال کرتے ہیں۔"

"مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی الجھا تو روستمبا جہنم کا نمونہ بن کر رہ جائے گا۔"

"اسی لئے ایک سرمہ فروش تمہارے بھائی کو نچاتا پھر رہا تھا۔" گریٹا جل کر بولی۔

"تمہاری لڑکی مجھے غصہ دلانے کی کوشش کر رہی ہے۔" اجنبی نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں.....!" گریٹا بھی مسکرائی۔ "میں نہیں چاہتی کہ روستمبا جہنم کا نمونہ بن جائے اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے بھائی کا خیال دل سے نکال دو۔ ٹیوی اُسے اس سیزن میں ضرور لڑائے گا۔ کیونکہ اُس پر کافی روپیہ خرچ کر چکا ہے۔"

"میں اُس کا سارا روپیہ واپس کر سکتا ہوں۔"

"کیا میں مسٹر ٹیوی سے فون پر گفتگو کروں؟"

"نہیں.... میں خود ہی سمجھ لوں گا اُس سے۔ فی الحال مجھے ساگر کا پتہ بتاؤ۔"

"میں کیا جانوں۔"

"تم ضرور جانتی ہو گی۔" اجنبی نے گریٹا سے کہا۔

"فرض کرو جانتی ہوں پھر؟ میرا خیال ہے کہ میں تمہیں تو ہرگز نہ بتاؤں گی۔"

اجنبی شارٹی کی طرف مڑا اور آہستہ سے بولا۔ "کیا تم نے اپنی لڑکی کو صرف نفرت کرنا سکھایا ہے؟"

"میں بُرے آدمیوں سے نفرت کرنے پر مجبور ہوں۔" گریٹا بولی۔

"تب پھر تمہیں اپنے باپ سے بھی یقینی طور پر نفرت ہو گی۔"

"کیوں مجھ سے کیوں؟ تم بڑے واہیات آدمی معلوم ہوتے ہو۔" شارٹی غصیلے لہجے میں بولا۔

"وہ آٹھ ہزار کیا ہوئے جو ساگر نے ٹیوی سے وصول کیے تھے۔"

"تت.... تم سے.... مطلب....؟" شارٹی ہکلایا اور اجنبی ہنسنے لگا۔

"کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہو گئے اور پھر شارٹی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر تم ٹیوی سے الجھنا چاہتے ہو تو بلنگرز کی ملازمت کر لو۔"

"ہونہہ!" اجنبی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "بلنگر اور ٹیوی جیسے میری جیبوں میں پڑے رہتے ہیں۔"

یک بیک شارٹی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی نظریں صدر دروازے کی طرف تھیں۔ گریٹا بھی اُدھر متوجہ ہو گئی اور پھر اُس کا حلق خشک ہونے لگا۔ کیونکہ صدر دروازے میں اُسے بوشن نظر آیا تھا۔ جیسے ہی وہ صدر دروازے سے آگے بڑھا۔ گاہک بھی ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔ سبھی جانتے تھے کہ بوشن کے وہاں نظر آنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بوشن والے معاملے کی پبلسٹی اخبارات کے ذریعہ ہوئی تھی اور اس سلسلے میں شارٹی کے ہوٹل نے بھی خاصی شہرت حاصل کی تھی۔

بہر حال شارٹی بوشن کو وہاں دیکھ کر اس طرح بوکھلا گیا تھا کہ اُسے اُن گاہکوں کی بھی فکر نہیں رہ گئی تھی جو دام ادا کیے بغیر ہی کھسکے جا رہے تھے۔

بوشن ہال کے وسط میں رک گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہال خالی ہو گیا۔ اب بوشن پھر صدر دروازے کی طرف بڑھا اور اُسے بند کر کے بولٹ کر دیا۔ اجنبی کاؤنٹر سے ٹکا کھڑا اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"جاؤ.... تم بھی جاؤ۔" شارٹی نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "ورنہ یہ تمہاری ہڈیاں توڑ ڈالے گا اور ہم تو مار کھانے کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ خدا کو مجھے آدمی بناتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی تھی۔ یہی جثہ دینا تھا تو مچھر کیوں نہیں بنایا۔"

"پرواہ مت کرو۔" اجنبی نے کہا۔ "تم جیسوں کی حفاظت کے لئے اُس نے ہمیں بنایا ہے۔"

"ارے تم ہی کیا کر لو گے.... اور گریٹا کی بچی تم اوپر جاؤ۔"

"تم.... تم دونوں یہیں ٹھہرو۔" اجنبی نے آہستہ سے کہا۔ بوشن اب کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر وہ کاؤنٹر سے دو گز کے فاصلے پر رک گیا۔ گریٹا کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی شارٹی کو دیکھ کر مسکرایا.... اور اجنبی سے بولا۔ "تم یہاں کیوں کھڑے ہو.... دفع ہو جاؤ۔"

اجنبی جو نیچے سے اوپر تک اُس کا جائزہ لے رہا تھا شارٹی سے بولا۔ "یہ بھی چلے گا... پہلوان ہی معلوم ہوتا ہے۔"

پھر بوشن سے مسکرا کر کہا۔ "مجھے بھی ایک پہلوان کی ضرورت ہے۔ میں منجن بیچتا ہوں۔"

بوشن نے حلق پھاڑ کر اُسے گندی سی گالی دی اور ٹوٹ پڑا۔ گریٹا چیخنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ اب پھر فرنیچر ٹوٹے گا اور کچھ تعجب نہیں کہ خود اُس کی بھی شامت آجائے کیونکہ بوشن بھوکا بھیڑیا ہو رہا تھا۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ اجنبی نے بوشن کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے ہیں اور بوشن ہاتھ چھڑا لینے کے لئے انتہائی زور صرف کر رہا ہے۔

آخر اُس نے لات چلائی اور اجنبی بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ بوشن کے ہاتھ چھوٹ گئے۔ اب وہ کسی لڑاکے مرغ کی طرح جھک کر حملہ کرنے کی گھات میں تھا۔ اجنبی اُس کی ہیئت کذائی پر ہنس پڑا.... اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھہرو.... ایک بات ہے پہلوان.... اگر تم مجھے ایک ہاتھ بھی مار سکے تو میں اپنے کان پکڑ کر مرغا بن جاؤں گا اور پھر کبھی روستمبا میں نہ دکھائی دوں گا لیکن اگر نہ مار سکے تو....!"

بوشن نے جھپٹ کر حملہ کر ہی دیا۔

پُراسرار ہمدرد

لیکن اس حملے کا نتیجہ دیکھ کر گریٹا کی باچھیں کھل گئیں۔ کیونکہ بوشن اپنے ہی زور میں ایک میز پر ڈھیر ہو گیا تھا اور اجنبی ایک طرف کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اس حرامی کے ستارے ہی گردش میں ہیں۔" شارٹی مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "جسے دیکھو پیٹ رہا ہے۔"

بوشن دہاڑتا ہوا اٹھا۔ اُس کے چہرے پر شوربے کے دھبے نظر آرہے تھے اور کپڑے بھی داغدار ہو گئے تھے۔ اُس نے پھر حملہ کیا۔ لیکن اس بار بھی وار خالی گیا۔ اجنبی کسی پھرتیلے چیتے کی طرح جست و خیز کر رہا تھا۔ بوشن نے اب ٹے کیا تھا کہ پے در پے حملوں سے اُسے بوکھلا دے۔ مگر اجنبی اُسے سارے ہال میں نچاتا پھر رہا تھا۔ دس پندرہ منٹ اسی طرح گذر گئے۔ اس دوران میں کسی نے دروازہ بھی نہیں کھٹکھٹایا۔ ویسے گریٹا کو یقین تھا کہ باہر بھیڑ ضرور لگ گئی ہو گی۔ کیونکہ یہاں سے اٹھنے والے وہ گاہک جو نادہندہ نہ ہوں گے باہر ہی ٹھہر گئے ہوں گے اور انہوں نے دوسروں کو بھی بتایا ہو گا کہ بوشن نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد بوشن دیوار سے لگا کھڑا ہانپ رہا تھا اور اجنبی تھوڑی ہی فاصلے پر کھڑا کہہ رہا

تھا۔ "ہاں ہاں دم لے لو.... اگر تم چاہو تو میں رات بھر تم سے ورزش کرا سکتا ہوں۔ بھاگ دوڑ سے ہاتھ پیروں میں جان آتی ہے۔"

بوشن نے دانت پیس کر پھر اُس پر چھلانگ لگائی۔ اس پر اجنبی نے نہ صرف خود کو بچایا بلکہ بوشن کے جبڑے پر ایک ہاتھ بھی جھاڑ دیا۔ بوشن لڑکھڑاتا ہوا کاؤنٹر سے آٹکا اور اجنبی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر تم راہِ راست پر آ جاؤ تو یہ کہانی اس چہار دیواری سے باہر نہ جانے پائے گی۔"

بوشن کے ہونٹ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ کھڑا ہانپتا رہا۔ شاید اُس کو ہاتھ ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اجنبی سے بھڑنا موت ہی کو دعوت دینا ہو گا۔ اُس نے ابھی تک اُسے صرف یہی ایک ہاتھ مارا تھا اور خود اُسکے دل میں تو حسرت ہی رہ گئی تھی کہ کوئی چھچھلتا ہی ہوا سا ہاتھ اجنبی پر پڑ گیا ہوتا۔

"کمزور آدمیوں پر ظلم کرنا اچھی بات نہیں ہے۔" اجنبی نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے اچھے پہلوان ہو کر شارٹی جیسے کمزور آدمیوں پر کیوں ٹوٹ پڑتے ہو۔"

"یہ انتہائی سور آدمی ہے۔ تم اسے نہیں جانتے۔ سازشی کتا۔" بوشن ہانپتا ہوا دہاڑا۔

"ٹھیک ہے.... مگر اس پر ہاتھ اٹھانا تمہارے شایانِ شان نہیں ہے اور یہ بے چاری لڑکی، اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ تم اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ تم ایک اچھی چیز کو برباد کرنے پر کیوں تلے ہو جب کہ اعلیٰ درجہ کی برباد چیزوں سے بازار بھرا پڑا ہے۔ یہ کتنی بُری بات ہے بوشن۔ کسی پہلوان کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ تم پہلوانی کی تقدیس پر گندگی اچھال رہے ہو۔"

بوشن نے سر جھکا لیا۔ پتہ نہیں کیوں۔ وہ اُس سے آنکھیں نہیں ملا رہا تھا۔

دفعتاً اجنبی نے گریٹا اور شارٹی کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم لوگ اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کرو گے۔"

"نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔

گریٹا کی عجیب حالت تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اجنبی کے قدموں پر سجدے کرے یا اُس کے گرد ناچنا شروع کر دے۔

"میری خواہش ہے کہ تم دونوں صلح کر لو۔" اجنبی نے کہا اور شارٹی کاؤنٹر کو پھلانگتا ہوا سامنے آ گیا۔ اُس کا ہاتھ مصافحے کے لئے بوشن کی طرف بڑھا ہوا تھا۔ بوشن نے بُرا سا منہ بنائے ہوئے اُس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور اجنبی سے بولا۔ "تم روستمبا کے تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں.... میں پردیسی ہوں.... اور کچھ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میری عدم موجودگی میں شارٹی میرے متعلق کچھ بتا سکے۔ اچھا شب بخیر.... مجھے ایک پہلوان پر اعتماد کرنا ہی چاہئے کہ وہ اپنی بات سے نہیں ہٹے گا۔"

"ٹھہرو.... دوست....!" بوشن ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم مجھے بہت مشاق لڑاکے معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے مقابلے میں میری مشق کچھ بھی نہیں ہے۔"

"میں پہلوانوں کو ٹریننگ دیتا ہوں۔ جس پہلوان سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

"اوہ....!" بوشن کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں نے اُس پر بڑی محنت کی ہے۔" اجنبی نے کہا۔ "لیکن اُسے ایک چالاک دوا فروش بہکا کر نکال لایا۔ مگر بوشن دیکھو۔ وہ بھی تم سے اسی بات پر الجھا تھا کہ....!"

"ہاں.... ہاں.... مگر اب وہ بہت بُرے ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔"

"مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں۔ میں نے سنا ہے کہ دوا فروش نے اُس سے اس کے لئے آٹھ ہزار روپے وصول کئے ہیں۔"

"ٹیوی کسی صورت سے بھی اُسے نہیں چھوڑے گا۔" بوشن نے کہا۔

"اور تم اُس سے مقابلہ کرو گے؟"

"مجبوری ہے۔ میں چیلنج کر چکا ہوں ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں اُس نے میری توہین کی تھی.... اور اسی لئے ٹیوی اُسے جھپٹ لے گیا۔"

"تم اُس سے جیت نہیں سکو گے۔"

"اب کچھ بھی ہو۔"

"خیر میں کوئی ایسی صورت نکالوں گا کہ تمہاری مزید توہین نہ ہو سکے۔"

شارٹی اور گریٹا کھڑے پلکیں جھپکاتے رہے۔

اجنبی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اچھا اب میں چلا۔ بوشن اگر تم چاہو تو کل دوپہر کو مجھ سے یہیں مل سکتے ہو۔"

بوشن کچھ نہ بولا۔ وہ جیب سے رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگا تھا۔ اجنبی ہاتھ ہلاتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن پھر پلٹ آیا کیونکہ اُس نے بل نہیں ادا کیا تھا۔

ٹیوی حسب معمول تاش کے پتے ترتیب دے رہا تھا لیکن اس وقت وہ تنہا نہیں تھا۔ ایک قبول صورت عورت بھی اُس کے شانوں پر کہنیاں ٹیکے جھکی ہوئی پتوں کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کاش کبھی تم اس یکسانیت سے اکتا سکو۔" عورت نے کہا۔

"چالیس سال سے میری شکل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن مجھے یہ یکسانیت بہت پسند

ہے.... کیوں....؟"

"تم فلسفہ شروع کر دیتے ہو۔"

"نہیں.... یکسانیت سے اکتا کر آدمی جائے گا کہاں۔ ہاں اگر وہ اپنی کھال چھوڑ کر بھاگ سکے یا اپنی ہڈیوں کے پنجرے سے نکل سکے تو میں یہ کہوں گا کہ وہ یکسانیت سے نجات پا سکا ہے۔"

"ٹیوی.... تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو۔ اٹھو باہر چلیں۔" عورت نے ٹھنک کر کہا۔

"باہر اس سے بھی زیادہ یکسانیت ملے گی اور تم یکسانیتوں کے ہجوم میں پاگل ہو کر رہ جاؤ گی۔"

"نہیں اٹھو۔"

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور ٹیوی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو....!"

"ٹیوی.... دوست....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور ٹیوی کی بھنوئیں تن گئیں۔

"تمہارا نیا پہلوان ہاتھ سے جانے والا ہے۔" پھر آواز آئی۔ "اُس کا بھائی اُس کی تلاش میں ہے اور وہ خود بھی ایک ماہر فن آدمی ہے۔ لاجواب ٹرینر.... اُس نے پچھلی رات بوشن کو ایک اچھا سبق دیا ہے اور بوشن اُس سے بہت مرعوب ہو گیا ہے۔"

"پھر وہ میرا کیا بگاڑ لے گا۔"

"اُس کا کہنا ہے کہ دوا فروش اُس کے بھائی کو بہکا کر نکال لایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں قانونی چارہ جوئی کرے۔"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں ہر قیمت پر اُسے بوشن سے لڑاؤں گا۔ کیا میں اُس کا منہ نہیں بند کر سکتا؟"

"مشکل ہے ٹیوی۔ وہ عجیب قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"پھر میں کیا کروں؟" ٹیوی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم نے ہمیشہ مشکلات میں میری مدد کی ہے۔"

"ہاں! دیکھو میں سوچ رہا ہوں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا کیونکہ میں بھی اس مقابلے کے لئے بہت بے چین ہوں۔"

"تو پھر میں مطمئن رہوں؟"

"بالکل! تم ہمیشہ کی طرح اب بھی مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور ٹیوی نے ریسیور رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔

"کیا بات ہوئی؟" عورت نے پوچھا۔

"اب داور کا کوئی بھائی بھی نکل آیا ہے۔"

"تم گفتگو کس سے کر رہے تھے؟"

"وہی جواب میرے لئے مستقل دردِ سر بن گیا ہے۔"

"اوہ.... کیا وہی نامعلوم آدمی؟"

"ہاں سونیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ ٹھیک اُسی دن سے وہ میرے پیچھے لگا ہے جس دن میری فرم کا پہلا پہلوان بلنگر کے پہلوان کے مقابلے پر اترا تھا۔ بس وہ کہتا ہے کہ میں تمہارا بہی خواہ ہوں۔"

"اُس کی ذات سے تمہیں آج تک کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

"ہرگز نہیں سونیا۔ بس وہ میرے خلاف ہونے والی سازشوں سے مجھے باخبر رکھتا ہے۔ کتنی ہی بار اُس نے مجھے بلنگر کے حملوں سے بچایا ہے۔ پچھلے سال تو میں ڈوب ہی گیا ہوتا۔ تمہیں تن لین اور پکھیرو کا مقابلہ تو یاد ہی ہوگا۔ پکھیرو میرا پہلوان تھا اور تن لین کو بلنگر نے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ تن لین بڑا اچھا ریسلر تھا۔ ادھر میرے پہلوان پکھیرو نے بھی اُن دنوں خاصی شہرت حاصل کی تھی۔ ایک رات اچانک مجھے اسی پُراسرار آدمی نے اطلاع دی کہ پکھیرو کی خواب گاہ میں جو دودھ کا جگ رکھا گیا ہے وہ زہر آلود ہے۔ پکھیرو سوتے وقت دودھ پینے کا عادی تھا.... بس وہ خواب گاہ میں داخل ہو کر شب خوابی کا لباس پہن ہی رہا تھا کہ میں نے بڑے بھدے طریقے سے دروازے پر دستک دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس دستک پر بُرا فروختہ ہو کر خود ہی دوڑا آئے گا۔ چونکہ دروازے کی چوکھٹ پر کال بل کا بٹن بھی موجود تھا۔ اس لئے ہاتھ سے دروازہ پیٹنے پر غصہ آنا نفسیاتی چیز تھی۔ میرے خیال کے مطابق اُس نے خود ہی دروازہ کھولا لیکن مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہاں اُس وقت میری موجودگی اُس کے لئے یقیناً باعث حیرت تھی۔ میں نے اُس سے چھوٹتے ہی پوچھا تھا کہ اُس نے دودھ تو نہیں پیا۔ اس پر وہ اور بھی بوکھلا گیا.... بہر حال وہ دودھ حقیقتاً زہر آلود ثابت ہوا تھا۔

"مگر تم نے مجھ سے کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا؟" سونیا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"ضروری نہیں سمجھا تھا۔ میں اس قسم کی بوریتیں اپنی ہی ذات تک محدود رکھنے کا عادی ہوں.... بہر حال اب یہ بلنگر کوئی نیا فتنہ کھڑا کرنے والا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"اُس نے داور کا کوئی بھائی پیدا کیا ہے۔"

"تو اس سے کیا ہو گا؟"

"الجھنیں بڑھ سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر اُس کا بھائی کہتا پھر رہا ہے کہ سرمہ فروش داور کو نکال لایا تھا۔"

"تو اس سے کیا ہو گا۔ داور بچہ تو نہیں ہے۔ وہ اپنی خوشی سے تمہارے پاس آیا ہے۔"

"آٹھ ہزار صرف ہوئے ہیں۔"

"وہ مجھے کوئی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ وہ میری نظروں ہی میں رہے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور ٹیوی نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو.... ٹیوی....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اٹ از ٹیوی۔"

"دیکھو داور کے بھائی کا نام خاور ہے۔ ابھی ابھی بوشن اُسے شارٹی کے ہوٹل سے گوڈوین کارنر لے گیا ہے۔ غالباً اب وہ دونوں وہاں بلنگر کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ وہ بلنگر کے قبضے میں نہ آنے پائے ورنہ تم بڑے خسارے میں رہو گے۔"

"پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"سونیا تمہاری مدد کر سکتی ہے۔"

"اوہ.... تم تو سبھی کو جانتے ہو۔ دوست۔" ٹیوی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"مگر کیسے؟"

"وہ بلنگر پر سبقت لے جا سکتی ہے بلنگر سے اُس کی گفتگو ہو جانے کے بعد بھی وہ کام کر سکے گی۔ میں اُس کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ اگر بلنگر کے پاس سونیا ہی جیسی کوئی دلکش محبوبہ ہوتی تو وہ تمہیں کبھی کا تباہ کر چکا ہوتا۔"

ٹیوی نے پہلے تو بُرا سا منہ بنایا پھر ہنس کر بولا۔ "اچھی بات ہے۔ خاور کا حلیہ کیا ہے؟"

"بڑی خوفناک شکل کا آدمی ہے، سونیا کو بس اتنا ہی بتا دو وہ اُسے ہزاروں میں بھی پہچان لے گی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

گوڈوین کارنر میں بوشن اور خاور بلنگر کے منتظر تھے اور اُن دونوں میں روستمبا کے قدیم

پہلوانوں کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔

"کچھ بھی ہو مسٹر بوشن....!" خاور نے کہا۔ "روستمبا کے خاندانی پہلوانوں نے خود کو بہت گرا دیا ہے۔ بھلا یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ وہ لڑانے والی فرموں میں ملازمت کرتے پھریں۔"

"مجبوری ہے۔ پھر ہم کیا کریں۔ ان مقابلوں کی وجہ سے سال بھر روٹی تو نصیب ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ پہلے تو ہمیں پیٹ پالنے کے لئے نہ جانے کیا کیا کرنا پڑتا تھا۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے۔"

"اوہ.... مسٹر بلنگر آگئے۔" بوشن نے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔ ایک لمبا تڑنگا یوریشین ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ اُس کے جبڑے بھاری تھے اور پیشانی تنگ تھی اور اُسے کوتاہ گردن ہی کہا جا سکتا تھا بس ایسا لگ رہا تھا جیسے چوڑے چکلے شانوں کے درمیان صرف سر رکھ دیا گیا ہو۔

جیسے ہی وہ قریب پہنچا یہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ بلنگر بڑی توجہ اور دلچسپی سے خاور کا جائزہ لے رہا تھا۔

"بیٹھئے بیٹھئے۔" وہ سر ہلاتا ہوا مسکرایا۔ "مسٹر خاور یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ ایک ماہر فن ٹرینر ہیں۔"

دونوں نے بالکل ایسے ہی انداز میں مصافحہ کیا تھا جیسے ایک دوسرے کی قوت کا اندازہ کرنا چاہتے ہوں۔

"گڈ!" بلنگر بیٹھتا ہوا بولا۔ "یہ ہاتھ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ بوشن کا بیان مبالغے پر مبنی نہیں تھا۔"

"شکریہ۔" خاور نے لاپرواہی سے کہا۔

"مگر آپ داور کی طرح دیو نہیں ہیں۔"

"مجھے اُس کا جثہ پسند نہیں ہے۔" خاور نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کچھ بھی ہو لوگ اُسے دیکھ کر مرعوب تو ہو ہی جاتے ہیں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ وہ اچھے ہاتھوں میں نہیں پڑا۔"

"میں اسے بھی پسند نہیں کرتا.... کہ اس فن کو ذریعہ معاش بنایا جائے۔ ہماری آبائی جائیداد ہماری کفالت بخوبی کر سکتی ہے۔ داور تھوڑا سا کریک ہے اس لئے بھٹکتا پھرتا ہے۔"

"اوہ.... تو پھر مجھے مایوس ہو جانا چاہئے۔" بلنگر نے کہا۔

"اب میں کیا بتاؤں؟"

"مگر داور کو تو اس معاملے میں حصہ لینا ہی پڑے گا۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہونے پائے۔"

"بہت مشکل ہے مسٹر خاور.... ٹیوی بہت ہی چالاک اور بیدار مغز آدمی ہے۔ آپ اُسے ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکیں گے۔"

"کیوں.... کیا میں اُس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کر سکتا؟"

"ہرگز نہیں مسٹر خاور۔" بلنگر نے کہا۔ "یہ تو اب اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب خود داور ہی اُسے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لے۔ ویسے دیکھئے.... شاید وہ اُس کی ہمت بھی نہ کر سکے۔"

"کیوں....؟"

"قانون ہر حال میں ٹیوی کا ساتھ دے گا۔ وہ کوئی نہ کوئی نکتہ نکال کر اُسے باندھ ہی لے گا۔ پولیس کمشنر سے اُس کے گہرے مراسم ہیں اور مقامی منصف اُس کی عزت کرتا ہے۔"

خاور سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

ایک خبر

سونیا نے خوفناک شکل والے آدمی کو ہوٹل سے نکلتے دیکھا اور بک سٹال سے ہٹ کر فٹ پاتھ کے سرے پر آ گئی۔ بلنگر اور بوشن پہلے ہی جا چکے تھے۔ اُس نے اُن تینوں کو ایک ہی میز پر بیٹھے دیکھا تھا اور بلنگر کی نظروں سے بچنے کی کوشش کی تھی۔

وہ خاور کو دیکھ کر سچ مچ کانپ گئی تھی۔ کتنا خوفناک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے سوچا کہ ممکن ہے وہ خونی بھی ہو۔ پھر وہ اپنے ذہن کو ٹٹولنے لگی۔ اندازہ کرنے لگی کہ وہ اُس سے گفتگو کرنے کی ہمت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔

خاور نے ایک ٹیکسی رکوائی اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے ہی جا رہا تھا کہ سونیا تیزی سے اُس کی طرف جھپٹی۔

"ذرا سنئے گا۔"

"ہاں....!" وہ بڑے بھدے انداز میں اُس کی طرف مڑا۔

"میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں.... بیٹھئے.... میں بھی بیٹھوں گی۔"

وہ مسکرایا اور پچھلی نشست پر بیٹھ کر پرے سرک گیا۔ سونیا بھی بیٹھ گئی۔

"گرین پارک....!" خاور نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور ٹیکسی حرکت میں آ گئی.... پھر اُس

نے سونیا سے کہا۔ ''تم نے غلط آدمی کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے عورتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔''

سونیا کو اُس کی اس بدتہذیبی پر بڑا تاؤ آیا۔ مگر وہ جلدی سے مسکرا کر بولی۔ ''آپ بھی قطعی غلط سمجھے ہیں۔ میں کوئی فلرٹ نہیں ہوں۔''

''تم کوئی بھی ہو۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''نہیں۔ آپ کو دلچسپی ہو سکتی ہے کیونکہ آپ ایک غلط آدمی کے ہاتھ میں پڑنے والے ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''بلنگر بُرا آدمی ہے۔ بے ایمان اور کنجوس۔''

''میں بھی زیادہ اچھا آدمی نہیں ہوں۔ پھر تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار۔ تم ان معاملات کو کیا جانو۔''

''اُس کے اور ٹیوی کے تعلقات کے متعلق یہاں کون نہیں جانتا۔''

''تم کیا جانتی ہو؟''

''میں تو یہاں تک جانتی ہوں کہ آپ داور کے بھائی ہیں۔''

''اوہو....!'' خاور سنبھل کر بیٹھ گیا۔

''بلنگر.... کیا چاہتا ہے.... میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''یہ بہت اچھا ہوا کہ تم بلنگر کے متعلق کچھ جانتی ہو.... مگر میں اُس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں یہ مقابلہ ہرگز نہ ہونے دوں گا۔''

''اگر وہ ایسا ہی بدحواس ہے تو بوشن نے کچھ سوچے سمجھے بغیر داور کو چیلنج کیوں کر دیا تھا؟'' سونیا نے کہا۔

''وہ کہتا ہے کہ بوشن نے اُس سے مشورہ کیے بغیر ایسا کیا تھا....؟''

خاور کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اب اگر بوشن پیچھے ہٹتا ہے تو یہ نہ صرف بوشن بلکہ بلنگر کی فرم کی بھی بدنامی کا باعث ہوگا۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ داور ہی کسی طرح بیٹھ جائے.... اور بھئی یہاں کے مقابلے میری سمجھ سے باہر ہیں.... آخر ان فرموں کو ان سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔''

''کافی آمدنی ہوتی ہے۔'' سونیا نے کہا۔ ''کیا آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں؟''

''بالکل پہلی بار اور شاید آنا کبھی نہ ہوتا مگر وہ دوا فروش کم بخت داور کو ورغلا کر نکال لایا اور اُس سے ایسا ذلیل پیشہ کراتا رہا۔''

''آپ کو کبھی ریس کھیلنے کا اتفاق ہوا ہے؟''

"نہیں.... لیکن میں اُس کے متعلق جانتا ہوں۔"

"بس یہ مقابلے بھی اُس سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔"

"کیا.... یہ پہلوان دوڑ لگاتے ہیں؟" خاور نے حیرت سے کہا۔

سونیا ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "نہیں.... مقابلہ تو فری اسٹائل ریسلنگ یا باکسنگ ہی کا ہوتا ہے۔ مگر تماشائی مقابلہ گاہ میں ٹکٹ لے کر داخل ہوتے ہیں۔"

"ارے تو اس کے لئے فرمیں بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس طرح یہ لوگ خواہ مخواہ اخراجات بڑھا لیتے ہیں۔"

"اوہ.... آپ کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ تو صرف داخلے کا ٹکٹ ہوتا ہے اور اُس کی آمدنی سے فرموں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ داخلے کے ٹکٹوں کی آمدنی تو مقابلے کا انتظام کرنے والی کارپوریشن کو جاتی ہے اس کے علاوہ مقابلے میں حصہ لینے والی فرمیں اپنے ٹکٹ فروخت کرتی ہیں۔"

"اپنے ٹکٹ؟"

"ہاں مثال کے طور پر اگر بوشن اور داور کا مقابلہ ہوا تو بلنگر کی فرم بوشن کے ٹکٹ فروخت کرے گی اور ٹیوی کی فرم داور کے۔ یہ ٹکٹ ایک ہی قیمت کے ہوتے ہیں۔ یعنی فی ٹکٹ دو روپے۔ ایک آدمی ایک سے زیادہ ٹکٹ بھی خرید سکتا ہے۔ اب فرض کرو کہ بوشن ہار گیا تو بلنگ داور کے ٹکٹوں کے دوگنے دام واپس کرنے پڑیں گے۔ یعنی ہر ٹکٹ چار روپے۔"

"ارے.... یہ تو جوا ہے۔"

"ہاں.... آں.... لیکن یہ جوا غیر قانونی طور پر نہیں ہوتا۔ دونوں فرمیں اس کے لئے لائسنس رکھتی ہیں۔"

"خیر.... مگر ہارنے والی فرم کا دیوالہ نکل جاتا ہے۔"

"ہاں اکثر ایسا بھی ہوتا ہوگا.... مگر مجموعی طور پر وہ نقصان میں نہیں رہتے۔ ورنہ یہ کاروبار ہی بند کر دیتے۔"

خاور تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اُس نے پوچھا۔ "تم کیا چاہتی ہو۔"

"میں چاہتی ہوں کہ یہ مقابلہ ضرور ہو۔"

"میں اپنے بھائی کو پیشہ ور پہلوان نہیں بننے دوں گا۔ میری توہین ہے اس میں اور سنو! لڑکی مجھے یقین ہے کہ تمہیں ٹیوی نے بھیجا ہے۔"

"میں پھر کہتی ہوں کہ ٹیوی بُرا آدمی نہیں ہے۔ اُس سے تعاون کر کے آپ فائدے ہی

میں رہیں گے۔"

"اچھا اگر میں نے تعاون نہ کیا تو کیا ہوگا؟"

"ٹیوی خود کو بے بس نہیں سمجھتا۔" سونیا جھنجھلا گئی اور خاور مسکرا کر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ داور بے وقوف ہے۔ کمزور دماغ رکھتا ہے۔ ٹیوی اُسے ہر بات پر آمادہ کر لے گا۔ ہو سکتا ہے داور خود ہی پھیل جائے اور میرا کہنا نہ مانے۔ یا ہو سکتا ہے مجھے اپنا بھائی ہی تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔"

"بات سمجھ میں آگئی نا؟" سونیا معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"اچھی طرح مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور کس طرح ہار سکتا ہے۔"

"یعنی....؟"

"وہ میرے ہی ہاتھ کا سکھایا ہوا ہے۔"

سونیا خاموش ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش صاف پڑھی جا سکتی تھی۔

"کچھ اور کہنا ہے تمہیں....؟"

"نہیں! اب میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ کیا آپ براہِ کرم گاڑی رکوائیں گے؟"

خاور نے ڈرائیور سے گاڑی روکنے کو کہا اور پھر سونیا مزید کچھ کہے بغیر نیچے اُتر گئی۔

❁

کیپٹن حمید اور کرنل فریدی اسٹار ہوٹل کے ایک کمرے میں مصروف گفتگو تھے۔ حمید کہہ رہا تھا۔ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں قاسم بھانڈا نہ پھوڑ دے۔"

"ناممکن ہے۔ اگر اسکیم تمہاری ہوتی تو البتہ ایسا ہو سکتا تھا۔"

"مگر آپ نے یہ سارا کھڑاگ پھیلایا ہی کیوں ہے جب کہ اس جوئے کو قانوناً جائز قرار دیا گیا ہے۔"

"فضول بحثوں میں نہ الجھو۔ تمہیں ٹیوی کی محبوبہ سونیا سے دوستی بڑھانی ہے۔"

"اور گریٹا کا کیا ہوگا؟" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"وہ اپنا پارٹ ادا کر چکی اب تم ادھر کا رخ بھی نہیں کرو گے۔"

"بڑی مصیبت ہے۔ کبھی یہ کبھی وہ۔ نہیں بس ٹھیک ہے۔ گریٹا ہی مجھے پسند ہے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"اچھا ایک مسئلہ صاف کر دیجئے۔ سرمہ فروش کی اسکیم آپ نے یہیں پہنچ کر بنائی تھی کیا آپ کو یقین تھا کہ بوشن سے اس صورت میں ضرور ٹکراؤ ہوگا....؟"

"ہاں مجھے یقین تھا۔"

"آخر کیوں....؟"

"میں نے معلوم کیا کہ بوشن گریٹا کے چکر میں ہے۔ ظاہر ہے کہ گریٹا ہر حال میں قاسم کی طرف ضرور متوجہ ہوتی۔ گویہ متوجہ ہونا محض دلچسپی کی خاطر ہوتا۔ لیکن اگر بوشن کی نظر اُس پر پڑجاتی تو اُس کی پہلوانیت مجروح ہوئے بغیر نہ رہتی اور وہ قاسم پر بھی اپنی برتری جتانے کے لئے اُس سے ضرور ٹکرا جاتا.... اور دیکھو یہی ہوا۔"

"گویا آپ کو اس کا بھی اندازہ تھا کہ اگر قاسم نے بوشن کو سر راہ پیٹ دیا تو ٹیوی اُس میں ضرور دلچسپی لے گا۔"

"کھلی ہوئی بات ہے اور پھر جب کہ معاملہ کسی پہلوان کا ہو۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیس اتنا اہم ہو سکتا ہے جس کے لئے آپ قاسم کے ساتھ تین ماہ تک محنت کرتے رہے ہیں۔"

"بہت اہم ہے۔ ایسا کہ مقامی پولیس اس کے لئے ابھی تک کچھ نہیں کر سکی۔"

"سلسلہ جوئے ہی کا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق اس جوئے سے ضرور ہے۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اچھا ٹھہرو۔ ابھی سونیا سے دور ہی رہنا۔"

"دور ہوں.... آپ مطمئن رہئے۔" حمید نے اس طرح ہاتھ ہلا کر کہا جیسے سونیا قریب ہی کہیں موجود ہو۔

"اُوں....!" فریدی چونک کر مسکرانے لگا۔ لیکن انداز ایسا تھا جیسے اُس نے حمید کا جملہ سنا ہی نہ ہو۔ پھر اُس نے میز پر انگلی سے کچھ لکھتے ہوئے کہا۔ "آرام کرو.... ہمیں فی الحال صرف اندھیروں میں بھٹکنا ہے۔"

رات کے ڈیڑھ بج رہے تھے۔ سونیا ٹیوی کی اقامتی عمارت کے سامنے رک گئی۔ اُس کی سانس پھول رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یہاں تک دوڑتی ہوئی آئی ہو۔

ٹیوی کا آفس اور رہائشی کمرے ایک ہی عمارت میں تھے۔ سونیا نے کال بل کا بٹن دبایا.... اور مڑ کر اندھیرے میں گھورنے لگی۔

کچھ دیر ٹھہر کر اُس نے پھر دو تین بار بٹن دبایا اور اندر سے قدموں کی آوازیں آئیں۔

دروازہ کھلا اور سونیا ٹیوی کو پیچھے دھکیلتی ہوئی اندر گھس پڑی۔

ٹیوی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ اُسے دروازہ بند کرتے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اُس کی طرف مڑی۔ تھوڑی دیر تک اُسے گھورتی رہی پھر سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ "یہ تم نے کیا کیا؟"

"کیا بات ہے؟" ٹیوی کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "کیا زیادہ پی گئی ہو؟"

یک بیک سونیا ہسٹریائی انداز میں اُس پر جھپٹ پڑی اور گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چیخی۔

"یہ تم نے کیا.... کیا....؟"

ٹیوی نے اُس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے اور اُسے صوفے کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔ "یہ بہت بُری بات ہے کہ اب تم اتنی زیادہ پینے لگی ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا اور اسی حالت میں تم نے ڈرائیونگ بھی کی ہوگی۔"

اُس نے اُسے صوفے پر دھکیل دیا اور سونیا چیخ چیخ کر رونے لگی۔

"اوہ.... شور مت مچاؤ.... لوگ کیا سمجھیں گے۔" ٹیوی دانت پیس کر بولا۔ مگر وہ ہسٹریائی انداز میں روتی ہی رہی۔

"کیا مصیبت ہے۔"

دفعتاً سونیا نے سر اٹھا کر کہا۔ "تم نے مجھے دھوکا دیا تم.... میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی۔"

"بالکل.... میں خود کہتا ہوں کہ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔" ٹیوی نے جھک کر اُس کا شانہ سہلاتے ہوئے کہا۔ "میں کب کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں دھوکے نہیں دیئے مگر اب تم سو جاؤ تو بہتر ہے۔"

وہ اچھل کر بیٹھ گئی اور حلق پھاڑ کر چیخی۔ "کیا میں پاگل ہوں؟"

"نن.... نہیں.... پاگل تو میں ہوں۔" ٹیوی نے آہستہ سے کہا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ "چلو اپنی خواب گاہ میں چلو۔ میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ صرف میرے ہی ساتھ پیا کرو۔ خود تمہیں اندازہ نہیں ہوتا کہ تم کتنی پی رہی ہو۔"

"چھوڑو.... مجھے۔" سونیا نے جھٹکے کے ساتھ اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

پھر ٹیوی کو غصہ آگیا اور اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تم پر ٹھنڈے پانی کی بالٹی الٹ دوں؟"

"نہیں.... مجھے بھی گولی مار دو۔ میرے خدا.... کتنا ڈراؤنا منظر تھا۔ ٹیوی مجھے تم سے

نفرت ہو گئی ہے۔ میں تمہیں قاتل نہیں سمجھی تھی۔"

"کیا مطلب....؟" ٹیوی بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تم خونی ہو.... اس سے انکار نہیں کر سکتے۔" سونیا نے اُس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"کیا بک رہی ہو.... میں نے کسے قتل کیا ہے؟"

"تمہارے آدمیوں نے آخر کار خاور کو موت کے گھاٹ اتار ہی دیا اور نادانستگی میں میں نے بھی اس میں حصہ لیا۔"

"خدا کے لئے پوری بات بتاؤ۔ کیا کہہ رہی ہو تم....؟" ٹیوی مضطربانہ انداز میں بولا۔

"مجھے بے وقوف مت بناؤ۔ میں تمہارے سیاہ کارناموں میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔"

"سونیا....!" ٹیوی کے چہرے پر سختی کے آثار نظر آئے۔ اُس کے پتلے پتلے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں ساکت ہو گئی تھیں۔ سونیا جانتی تھی کہ اب وہ زبان سے کچھ بھی نہ کہے گا لیکن خود اُسے وہی کرنا پڑے گا جو وہ چاہے گا۔ ٹیوی کا یہ موڈ ایسا ہی ہوتا تھا اور وہ اُس سے خائف رہتی تھی۔

وہ خاموش ہو گئی۔ اُس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "تم مجھے گولی مار دو۔ مگر میں ایسے کاموں میں تمہارا ہاتھ نہیں بٹا سکتی۔ تم نے خاور کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔'

"یہ غلط ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" ٹیوی کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"تب پھر یہ کس کی حرکت تھی؟"

"پورا واقعہ بتاؤ....؟"

"وہ میری گاڑی میں تھا۔ ہم دونوں نے رین بو میں ساتھ کھانا کھایا تھا۔ میں آج دراصل اُس کی قیام گاہ دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لئے جب وہ باہر نکل کر ٹیکسی تلاش کرنے لگا.... تو میں نے کہا کہ میں اُسے اپنی گاڑی میں پہنچا دوں گی۔ اُس نے ندی پار کی ایک عمارت کا نام لیا تھا لیکن وہ میری گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں ٹیوی ہی کی کار پرداز سہی لیکن ٹیوی بلنگر کی طرح کمینہ نہیں ہے۔ وہ کوئی نامناسب قدم نہیں اٹھائے گا۔ تب وہ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ ڈرپوک نہیں ہے میری گاڑی میں بیٹھ گیا۔ بہر حال میں اُس کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑی تھی۔ ندی کا پل سنسان پڑا تھا۔ جیسے ہی میری گاڑی پل کے وسط میں پہنچی پیچھے سے ایک کار آگے بڑھ کر ہماری راہ میں حائل ہو گئی۔ اگر میں نے ذرا بھی اوسان کھوئے ہوتے تو ٹکر یقینی تھی۔ پھر یکایک اس گاڑی سے تین آدمی کود ے جن کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ انہوں نے خاور

سے باہر نکلنے کو کہا۔ خاور اترنے لگا تو میں نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔ مگر اُس شریف آدمی نے کہا۔ ''میں تمہاری گاڑی میں نہیں مرنا چاہتا۔'' اتنے میں ایک ریوالور کی نال میری کنپٹی سے آلگی اور میں نے خاور کا بازو چھوڑ دیا۔ وہ نیچے اُترا اور وہ تینوں اُسے کور کیے ہوئے ریلنگ تک لے گئے۔ پھر بیک وقت تین فائر ہوئے اور خاور ندی میں گر گیا اور وہ تینوں گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو گئے.... ادھر دیکھو ٹیوی۔ مجھے جواب دو.... آخر وہ مجھے کیوں نظر انداز کر گئے تھے؟''

''ہوں....!'' ٹیوی معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ ''محض اس لئے کہ تم اس حادثے کی اطلاع پولیس کو ہرگز نہ دو گی۔ ظاہر ہے کہ خاور کو راستے سے ہٹانے والا ٹیوی ہی ہو سکتا ہے۔''

''اوہ.... تو تم ہی تھے؟'' سونیا نے سسکی لی۔

''ہرگز نہیں.... میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے۔ میں اس حد تک نہیں جا سکتا۔ میں صرف خرید و فروخت کا قائل ہوں۔ بس اس سلسلے میں یہ میرے آخری الفاظ ہیں۔ تم اب مجھ سے کچھ نہ پوچھو گی.... جاؤ.... سو جاؤ۔''

سونیا بے بس نظر آنے لگی۔ ٹیوی اپنی خواب گاہ کی طرف مڑ گیا۔

الزام

سونیا ساری رات سو نہ سکی۔ ذہنی اذیت سے بچنے کے لئے اُسے شراب کا سہارا لینا پڑا تھا اور پھر اُس نے اتنی پی لی تھی کہ ہوش نہیں رہا تھا۔ صبح جب دیر تک اُس کی خواب گاہ کا دروازہ نہ کھلا تو ٹیوی کو تشویش ہوئی۔

پھر دروازہ توڑنا ہی پڑا تھا اور ٹیوی نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ وہ تو سمجھا تھا کہ شاید سونیا نے خودکشی کر لی۔

سونیا بارہ بجے تک بے سدھ پڑی رہی تھی۔ پھر جب شراب کے اثرات زائل ہوئے تو ہوش آنے پر اُس نے طبیعت پر بہت زیادہ گرانی محسوس کی۔ اس کے لئے پھر اُسے شراب ہی کا سہارا لینا پڑا۔ لیکن اتنا زیادہ نہیں کہ ذہن پھر ماؤف ہو کر رہ جاتا۔

خاور والا حادثہ پھر اس کے ذہن میں چیخنے لگا۔ ٹیوی نے اعتراف نہیں کیا تھا مگر پھر یہ کس کی حرکت ہو سکتی تھی۔ بلنگر کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ خاور کا وجود تو اُس کے لئے فائدہ مند ہی ثابت ہونے والا تھا اور پھر اگر وہ بلنگر ہی کے آدمی تھے تو انہوں نے خود سونیا کو بھی کیوں نہ

ٹھکانے لگادیا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح تو خاور کی کہانی وہیں اُسی جگہ ختم ہو جاتی۔ بہر حال اس طرح بلنگر تو الگ کیا جاسکتا تھا اس معاملے سے۔ ٹیوی اس کا اعتراف نہیں کر رہا تھا کہ اس حادثے میں اُس کا ہاتھ ہے.... پھر؟

یک بیک اُسے ٹیوی کا وہ پُر اسرار ہمدردیاد آگیا جو اکثر معاملات میں اُس کا مددگار ہونے کا دعویدار تھا۔ سونیا کی کنپٹیاں چیخنے لگیں۔ کیا وہ نامعلوم مددگار بھی اس حد تک جاسکتا ہے؟ ٹیوی کے بیان کے مطابق اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ بے غرض ہو کر اُس کی مدد کرتا ہے۔ مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ وہ ٹیوی کے پہلوان کی کامیابی کا متمنی رہتا ہے۔ لیکن کیا وہ اتنی ذرا سی بات کے لئے کسی کو قتل بھی کر سکتا ہے۔ اگر قتل کر سکتا ہے تو یہ ہمدردی محض رسمی نہیں ہو سکتی۔ کوئی بہت بڑا ذاتی مفاد ہی ایسے افعال پر آمادہ کر سکتا ہے؟ مگر وہ ذاتی مفاد....؟ جس کا علم ٹیوی کو بھی نہ ہو.... کیا ہو سکتا ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہو گی؟

سونیا سوچتی رہی اور اُس کا سر چکراتا رہا۔ "آہا".... وہ یک بیک اچھل پڑی۔ ایک آدمی اور بھی تو ہے؟ وہ جس کی تلاش خاور کو تھی اور جسے پاجانے پر وہ کچا ہی چبا جاتا۔ وہی جو اُس کے بھائی کو ورغلا کر نکال لایا تھا۔ سرمہ فروش.... وہ اُس کا نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن یاد نہ آیا۔

اب کسی حد تک اُس کی ذہنی خلش رفع ہو گئی تھی۔ ٹیوی کو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اُسے اُس کی اس بات پر اتفاق تھا کہ وہ "خرید و فروخت" سے آگے بڑھنے کا عادی نہیں ہے۔ اُس نے داور کو حاصل کرنے کے لئے آٹھ ہزار صرف کیے تھے۔ اسی طرح وہ خاور کو بھی خریدنے کی کوشش کرتا۔ اس معاملے میں وہ بلنگر پر ہمیشہ بھاری رہتا تھا۔ ٹیوی اس وقت رہائشی کمروں میں موجود نہیں تھا۔ اس لئے سونیا لباس تبدیل کر کے آفس والے حصے کی طرف روانہ ہو گئی۔ ٹیوی اپنے کمرے میں تنہا نہیں تھا۔ وہاں دیو پیکر پہلوان داور بھی موجود تھا۔

ٹیوی نے سونیا کی طرف دھیان نہیں دیا۔ وہ داور سے گفتگو کر رہا تھا۔

"تم ساگر کے ساتھ کیوں چلے آئے تھے۔ اگر ایسے ہی بڑے رئیس ہو۔" اُس نے داور سے پوچھا۔

"اوہ.... ساگر....!" سونیا کو اُس کا نام یاد آگیا۔

"قیا بتاؤں....!" داور نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "سالے نے کہا تھا.... کہا تھا.... ہی ہی ہی ہی۔"

وہ سونیا کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا تھا۔

"میری بات کا جواب دو۔" ٹیوی نے کہا۔

"اُس نے کہا تھا.... ہی ہی ہی.... میں تمہاری شادی کرادوں گا.... ہی ہی۔" داور کہہ کر

شرما گیا اور سونیا کو بے ساختہ ہنسی آ گئی اور ٹیوی مسکرا پڑا۔

"تم کیسے پہلوان ہو؟" ٹیوی نے کہا۔

"قیوں....؟" داور نے آنکھیں نکالیں۔

"پہلوانوں کو شادی وادی کی فکر نہیں ہوتی۔"

"اے جاؤ.... ٹھینگے پر گئی.... ایسی پہلوانی.... واہ اب کوئی شادی بھی نہ کرے۔ جاؤ میں نہیں کرتا تمہاری نوکری۔"

"کیا تمہاری شادی آسانی سے نہیں ہو سکتی تھی کہ ایک بدمعاش آدمی تمہیں اُلو بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

"اے زبان سنبھال لے.... تم مجھے اُلو کہہ رہے ہو۔"

"تمہیں نہیں کہہ رہا ہوں۔" ٹیوی مسکرایا۔ "خیر اگر شادی ہی کی بات ہے تو یہاں روستمبا میں دس شادیاں ہو جائیں گی یہاں کی لڑکیاں پہلوانوں پر جان دیتی ہیں۔"

"کیا بے تکی باتیں کر رہے ہو۔" سونیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ....!" ٹیوی چونک کر سونیا کو گھورنے لگا۔ "تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی اور ٹیوی مضطرب سا نظر آنے لگا۔

"تم کسی بات میں دخل نہیں دو گی۔" ٹیوی نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں مجھے عقل آ گئی ہے۔ میں ساگر کے امکانات پر غور کر رہی ہوں۔"

ٹیوی نے ایک طویل سانس لی اور داور کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"خاور سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"قیوں! تم انہیں کیا جانو۔"

"میری بات کا جواب دو۔ وہ میرے دوست ہیں۔"

"ارے باپ رے۔" داور پلکیں جھپکانے لگا۔

"کیوں....؟"

"انہیں میرے بارے میں کچھ نہ لکھنا۔"

"کیوں! تم گھبرا کیوں گئے؟"

"اَگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں یہاں ہوں تو آ کر میری ہڈیاں توڑ دیں گے۔ وہ میرے بڑے بھائی ہیں۔"

"تم اتنے لحیم شحیم ہو۔ خاور تمہارا آدھا بھی نہیں ہے۔"

"مم.... مگر.... وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ انہوں نے مجھے پہلوان بنایا ہے۔ اگر ایک گھونسہ مار دیں تو میں تین دن بے ہوش پڑا رہوں گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ٹیوی نے کہا۔ "مقابلے کے دن قریب آرہے ہیں۔ تمہاری تیاری کیسی ہے؟"

"بس بوشن کو مار مار کر بھس بھر دوں گا۔"

"اچھا.... جاؤ.... اس مقابلے کے بعد ہی تمہارے گرد اتنی لڑکیاں ہوں گی کہ انتخاب مشکل ہو جائے گا۔"

داور کی "ہی ہی ہی" چل پڑی اور وہ اسی طرح ہنستا ہوا رخصت ہو گیا۔

اب ٹیوی پھر ایک طویل سانس لے کر سونیا کی طرف پلٹ پڑا۔

"تو تمہیں عقل آگئی ہے؟" وہ مسکرایا۔

"ہاں....! وہ ساگر بھی تو ہو سکتا ہے۔ یقیناً خاور اُس سے اتنا ہی خفا تھا کہ اگر پا جاتا تو اُس کی بوٹیاں نوچ ڈالتا۔"

"اوہ.... یہ ساگر....؟ میرے لئے مستقل درد سر بن کر رہ گیا ہے۔ پتہ نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔ کس چکر میں ہے۔ آخر شارٹی جیسا گدھا اُسے بے وقوف بنانے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔ اُس نے وہ آٹھ ہزار روپے گریٹا کے نام سے جمع کرا دیئے ہیں۔"

"میری دانست میں۔" سونیا آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔ "گریٹا ہی کے گرد یہ کہانی گھوم رہی ہے۔ وہ کتنی دلکش ہے۔"

اُس نے آنکھیں کھول دیں اور ٹیوی کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ ٹیوی نے خشک سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "بوشن اُسے حاصل کئے بغیر نہیں رہے گا۔"

"ہوں!" کچھ سوچتی ہوئی سونیا بولی۔ "تمہارے پُر اسرار ہمدرد سے بھی یہ حرکت سرزد ہو سکتی ہے۔"

"میں نے بھی سوچا تھا لیکن یہ خیال مضحکہ خیز ہے۔ وہ مجھے فائدہ پہنچانے کے لئے قتل کیوں کرنے لگا.... مم.... مگر....!"

وہ اُس کی آنکھوں میں ذہنی کش مکش کی کیفیت صاف پڑھ سکتی تھی۔ ٹیوی نے تاش کے پتے پھینٹنے شروع کر دیئے۔ وہ کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا تھا۔

"کیوں! تم نے جواب نہیں دیا؟" سونیا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"کیا جواب دوں" ٹیوی نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "یہ نامعلوم آدمی میرے لئے عرصہ سے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ اکثر مجھے غیر متوقع طور پر نقصانات بھی پہنچے ہیں اور میں نے اُن کے متعلق بہت سوچا ہے.... لیکن.... لیکن.... ختم کرو۔ مجھے الجھن ہو رہی ہے۔"

سونیا اور گریٹا ساگر کی تلاش میں نکلی تھیں۔ گو یقین نہیں تھا کہ وہ مل ہی جائے گا۔ مگر پھر بھی سونیا نے گریٹا کو آمادہ کر لیا تھا۔ اُس نے محسوس کیا تھا کہ گریٹا کو ساگر سے ہمدردی ہے۔ سونیا کا خیال تھا کہ اگر ساگر ہی نے خاور کو ٹھکانے لگایا ہے تو اب وہ سامنے آجائے گا۔ وہ ایسا آدمی نہیں معلوم ہوتا کہ بلنگر یا اُس کے آدمیوں سے خائف ہو جائے جب کہ وہ اُن کی مرمت بھی کر چکا تھا اور پھر اگر وہی خاور کا قاتل بھی تھا تو تنہا نہیں ہو سکتا کیونکہ تین آدمیوں نے خاور کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ سونیا نے گریٹا کو اس بات پر مطمئن کر دیا تھا کہ ٹیوی تو کسی بُرے ارادے کے تحت ساگر کی تلاش میں نہیں ہے بلکہ وہ کسی معاملے میں اُس کی مدد چاہتا ہے۔

اچانک ایک جگہ گریٹا نے اُسے کار روکنے کو کہا۔ وہ نشاط سینما کے ایک بڑے پوسٹر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس پر تحریر تھا۔

"جادو کے عظیم الشان کارنامے.... ملایا کے پروفیسر پنکو جلیل پیش کرتے ہیں۔ ایسے کھیل جنہیں آپ کی چشم تصور بھی نہ دیکھ سکی ہو گی۔

آج ملاحظہ فرمایئے تین گھنٹے کا پروگرام....!"

تحریر کے نیچے ایک بہت بڑی تصویر تھی۔ وہ کوئی بڑی مونچھوں والا آدمی تھا۔

"اگر یہی پروفیسر پنکو جلیل ہے....!" وہ بڑبڑائی۔

"کیا....؟" سونیا بورڈ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

"اگر ساگر اپنے چہرے میں صرف گھنی مونچھوں کا اضافہ کر لے تو بالکل ایسا ہی لگے گا.... اوہ.... اُس کی آنکھیں بھلائی نہیں جا سکتیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو اسے بھی دیکھ ہی لیں۔ تم نے اُسے بہت قریب سے دیکھا ہو گا۔"

گریٹا نے کوئی جواب نہ دیا۔

کھیل شروع ہونے میں ابھی کئی گھنٹوں کی دیر تھی۔ اس لئے وہ اِدھر اُدھر گھومتی پھریں۔ سونیا نے پھر ساگر کا تذکرہ نہیں چھیڑا تھا۔ وہ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتی رہی تھیں۔

چھ بجے وہ آرکسٹرا کا ٹکٹ لے کر ہال میں داخل ہوئیں۔ اُن کی کرسیاں اسٹیج سے قریب ترین قطار میں تھیں۔

ملایا کا جادوگر بڑے مضحکہ خیز لباس میں اسٹیج پر آیا۔ اس لباس نے اُسے اچھا خاصا بڑے کیس والا مرغ بنا کر رکھ دیا تھا۔

گریٹا نے سونیا کا ہاتھ دبا کر آہستہ سے کہا۔ "وہی ہے.... وہ صرف مونچھوں کا اضافہ۔ مگر یہ اضافہ بڑی صفائی سے کیا گیا ہے۔ مونچھیں نقلی نہیں معلوم ہوتیں۔"

"اوہ.... تو پھر.... خیر دیکھو۔ کیا گل کھلتے ہیں۔ بڑا چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

تین گھنٹوں کے پروگرام میں رقص و سرور بھی شامل تھے۔ دراصل .... خاص پروگرام رقص و سرور ہی کا تھا۔ تیاری کے وقفے میں ملایا کا جادوگر اپنے کرتب دکھانے لگتا تھا تاکہ تماشائی بور نہ ہوں۔ جادو کیا سوفی صدی مسخرہ پن تھا۔ جگلری کی پیروڈی۔ مثال کے طور پر اُس نے تماشائیوں کو ایک ابلا ہوا انڈا دکھاتے ہوئے کہا۔ "خواتین و حضرات! اب میں اس صدی کا سب سے حیرت انگیز کمال آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ یہ ایک ابلا ہوا انڈا ہے۔ اسے میں کھائے لیتا ہوں۔"

وہ انڈا کھا کر ایک گلاس پانی پیتا ہے اور پھر کسی آسودہ حال بنیئے کی طرح پیٹ پر ہاتھ پھیر کر ڈکاریں لیتا ہوا کہتا ہے۔ "اب یہ انڈا ہال میں بیٹھے ہوئے کسی صاحب کی جیب سے برآمد ہوگا۔ براہِ کرم اپنی جیبیں ٹٹولئے.... جن صاحب کی جیب میں موجود ہو براہِ کرم ہاتھ اٹھا دیں۔ ہاں میرا انڈا صرف سب سے بڑے بے ایمان آدمی کی جیب میں جاتا ہے۔"

آس پاس بعض لوگ اپنی جیبیں ٹٹولتے ہوئے نظر آتے ہیں.... لیکن ہال میں کسی کا بھی ہاتھ اٹھا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔ جیبیں ٹٹولنے والے جھینپے ہوئے انداز میں ہنستے ہیں۔

"ہاتھ اٹھاؤ.... ہاتھ اٹھاؤ.... کس کے پاس ہے؟" کئی آوازیں ابھرتی ہیں اور پھر قہقہے بلند ہوتے ہیں۔

"خدا کے لئے ہاتھ اٹھایئے صاحب۔ میرے علم پر حرف آتا ہے۔" ملایا کے جادوگر نے گھگھیا کر کہا۔ لیکن صرف قہقہوں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

"دیکھا تم نے؟" گریٹا نے ہنس کر کہا۔ "یہاں بھی وہ الو بنا رہا ہے۔ بھلا کون ہاتھ اٹھا کر خود کو سب سے بڑا بے ایمان ثابت کرے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ ہم اُس سے ملیں گے کس طرح؟" سونیا نے کہا۔

"نہایت آسانی سے۔" گریٹا بولی۔ "اُس تک پہنچنا مشکل کام نہ ہوگا۔ بھلا اُس سے ملنے کون جائے گا۔ زیادہ بھیڑ تو رقاصوں اور گانے والیوں کے گرد ہوگی۔ ہم اُس سے ملیں گے۔ یقین کرو کہ اُس کے قریب بس ہم دونوں ہی ہوں گے۔"

"تمہیں یقین ہے نا کہ یہ ساگر ہی ہے؟"

"آواز سن لینے کے بعد تو لاکھوں کی شرط لگا سکتی ہوں۔" گریٹا نے جواب دیا۔

❁

ٹیوی دیر سے سونے کا عادی تھا۔ لیکن آج ٹھیک سات بجے خواب گاہ میں داخل ہو گیا تھا۔ طبیعت بھاری تھی اور وہ سوچتے سوچتے تھک گیا تھا۔ لیکن پندرہ منٹ بھی سکون کے ساتھ نہ لیٹ سکا کیونکہ فوراً ہی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا لیکن اُس کی پیشانی پر شکنیں تھیں۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر وہ شکنیں یکلخت غائب ہو گئی ہوں۔ یہ اُسی پُراسرار آدمی کی آواز تھی جس کے نام تک سے وہ واقف نہیں تھا۔

"کیا خبر ہے ٹیوی؟"

"تمہیں مجھ سے زیادہ خبریں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔" ٹیوی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"خاور کا کیا رہا؟ میں نے سونیا کو اُس کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"اور سونیا نے اُسے مرکر ندی میں گرتے دیکھا تھا۔"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ مگر دوست میں نے یہ کبھی نہیں چاہا تھا کہ تم اس حد تک بڑھ جاؤ۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"کیوں بن رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں آخر تم کیوں میرے معاملات میں اس حد تک دلچسپی لیتے ہو؟"

"میں جانتا تھا کہ ایک دن یہ سوال تمہارے ذہن میں ضرور ابھرے گا۔"

"اور میں اس کا ایسا جواب چاہتا ہوں جو مجھے مطمئن کر سکے۔"

"ہوں ٹھہرو.... پہلے مجھے وہ واقعہ بتاؤ جس کے سلسلے میں تم نے سونیا خاور اور ندی کا حوالہ دیا تھا۔"

ٹیوی نے کچھ سوچتے ہوئے خاور کے متعلق سونیا کا بیان دہرا دیا۔

"میرے لئے ایک دلچسپ اطلاع ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "واقعی تم بہت سمجھ دار آدمی ہو ٹیوی۔"

"کیا مطلب....؟" ٹیوی چونک پڑا۔

"بہر حال مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کرتے ہو۔ ورنہ مجھے اس کے متعلق کیوں بتاتے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آہا....!" ٹیوی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "تو تم.... اپنا یہ جرم میرے سر تھوپنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"واہ.... دوست....!" دوسری طرف سے قہقہے کی آواز آئی۔ "تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ مگر تم مجھے پاؤ گے کہاں پھانسی دلوانے کے لئے؟"

"ہوں....!" ٹیوی کی بھنویں تن گئیں۔ "میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم میرے پیچھے کیوں لگے ہو۔ تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہے کہ میرے لئے قتل کرتے پھرو۔"

"میں کسی کے لئے بھی قتل نہیں کر سکتا۔ ٹیوی تم پتہ نہیں کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"کاش میں تم سے واقف ہوتا۔" ٹیوی نے کہا۔

"کیا تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو؟"

"یقیناً!"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہماری بعض غلط فہمیاں رفع ہو جائیں۔ میں تمہارے ذہن سے یہ بات نکالنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے کسی مفاد کے تحت تمہارے کام آتا ہوں۔ اچھا ساڑھے آٹھ بجے مجھے پیلس ہوٹل والی گلی میں ملو۔ میں منتظر رہوں گا۔ آؤ گے نا؟"

"آؤں گا۔" ٹیوی نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کنور سعید

ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ٹیوی پیلس ہوٹل والی گلی میں داخل ہوا۔ یہ گلی ایک شاندار ہوٹل سے منسوب کی جاتی تھی لیکن سورج غروب ہونے کے بعد یہاں قدم رکھنا صرف وہی لوگ پسند کرتے تھے جن کی رہائش یہاں تھی کیونکہ یہ ایک تاریک اور متعفن گلی تھی۔ زمین ناہموار تھی

اس لئے اجنبی قسم کے راہگیر اکثر ہاتھ منہ توڑ بیٹھتے تھے۔ ایک فرلانگ لمبی گلی میں صرف ایک جگہ ایک کیروسین لیمپ پول تھا جس کی روشنی تھوڑے سے حصے میں پھیل کر رہ گئی تھی۔

ٹیوی اسی پول کے قریب رک گیا چونکہ اُس کے دل میں کئی طرح کے خدشات بھی موجود تھے۔ اس لئے وہ اپنے گرد و پیش سے باخبر رہنا چاہتا تھا۔

دفعتاً اُس نے اپنی پشت پر کسی قسم کی آہٹ سنی اور چونک کر مڑا۔ ایک طویل قامت آدمی تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔ لیکن ٹیوی اُس کی شکل نہ دیکھ سکا کیونکہ اوورکوٹ کا کالر کانوں تک اٹھا ہوا تھا اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھک آیا تھا۔

"مسٹر ٹیوی پلیز.... میرے پیچھے آیئے۔" اُس نے آہستہ سے کہا اور بڑی لاپرواہی سے دوسری طرف مڑ گیا۔ اُس کی چال سے بے اطمینانی نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔ ٹیوی اُس کے پیچھے چلنے لگا۔ پھر وہ کیروسین لیمپ کی روشنی کی حدود سے باہر ہو گئے اور ٹیوی کو اُس کا دھندلا سایہ نظر آتا رہا۔

"ٹھہرو دوست....!" دفعتاً اُس نے اُسے آہستہ سے پکارا۔ "کہاں چلنا ہے؟"

لیکن یک بیک کسی کا ہاتھ اُس کی داہنی جیب پر پڑا اور کوئی سخت چیز کمر سے آ لگی۔ ساتھ ہی کسی نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھہر جاؤ۔ ہلے اور ڈھیر کر دیئے گئے۔"

ٹیوی کی داہنی جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا پستول پہلے ہی نکالا جا چکا تھا اور کمر سے چبھنے والی سخت چیز غالباً کسی ریوالور کی نال ہی تھی۔

ٹیوی کے قدم رک گئے تو اس کا مطلب تھا کشمکش؟ اگلا لمبا آدمی اندھیرے میں غائب ہو چکا تھا۔

"آہستہ آہستہ چلو۔" ریوالور والے نے کہا اور ٹیوی چلنے لگا۔ اُس کے اوسان بحال تھے اور وہ محسوس کر رہا تھا اُسے ریوالور کی نال سے دھکیلنے والا بے آواز چل رہا ہے۔ پتہ نہیں کتنی دور سے وہ اس کا تعاقب کرتا رہا ہو گا۔

"بائیں طرف مڑ جاؤ۔" کہا گیا۔

ٹیوی کھلے ہوئے دروازے کے سامنے رک گیا۔ اندر ایک دھندلا سا کیروسین لیمپ روشن تھا اور سامنے والی گندی دیوار کہنگی اور بدحالی کی کہانیاں سنا رہی تھی۔

"اندر چلو....!" کہا گیا۔

"میری نیت میں فتور نہیں ہے۔" ٹیوی مسکرایا۔ "ضرور چلوں گا۔"

وہ دروازے سے گذر کر ایک تنگ سے کمرے میں داخل ہوا جس کے آگے ایک طویل

راہداری نظر آئی۔ اُس سے پھر چلتے رہنے کو کہا گیا۔

راہداری کا اختتام بھی ایک دروازے ہی پر ہوا تھا۔ ٹیوی رک گیا۔ کیونکہ دروازہ بند تھا۔

"دروازے کو دھکا دو۔" حکم ملا۔

دروازہ کھلتے ہی ٹیوی روشنی میں نہا گیا۔ کیونکہ اس بڑے کمرے میں دو پٹرومیکس لیمپ روشن تھے۔ سامنے آرام کرسی میں ایک مجہول سا آدمی نیم دراز تھا جس کا سارا جسم سیاہ رنگ کے کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔ سر کے بڑے بڑے بال پریشان تھے اور گھنی داڑھی شاید سالہا سال سے بے مرمت ہی رہی تھی.... آنکھیں سرخ اور وحشت انگیز تھیں۔ اُس کے علاوہ کمرے میں تین آدمی اور بھی تھے لیکن اُن کے چہروں پر سیاہ نقابیں تھیں اور وہ مؤدبانہ انداز میں کھڑے تھے۔

ٹیوی کو یہاں تک لانے والا بھی نقاب پوش ہی ثابت ہوا۔ ٹیوی اپنی یادداشت پر زور دینے لگا کہ اُس نے اُس مجہول آدمی کو پہلے بھی کبھی دیکھا تھا یا نہیں۔

"مجھے دیکھ لو ٹیوی۔" دفعتاً اُس آدمی نے کہا اور ٹیوی اچھل پڑا کیونکہ آواز تو ویسی ہی تھی جیسی وہ اب تک فون پر سنتا رہا تھا لیکن اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس قسم کا کوئی مجہول آدمی ہو گا۔

"دیکھ لیا....!" ٹیوی نے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں اس وقت کئی سوالات کے جواب دینے پڑیں گے۔"

"لیکن میرا صرف ایک ہی سوال ہے۔" ٹیوی بولا۔ "تم میرے ہمدرد کیوں ہو؟"

"ہمیشہ رہوں گا۔" جواب ملا۔ "لیکن اگر کبھی تم نے میرے متعلق چھان بین کرنے کی کوشش کی تو تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا.... یہ مکان تمہیں تھوڑی دیر بعد خالی ملے گا اور تم اتنا بھی نہ معلوم کر سکو گے کہ اس کا مالک کون ہے۔"

"مجھے معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" ٹیوی نے لاپروائی سے کہا۔

"خیر اب مجھے بتاؤ کہ تم نے ساگر، خاور اور داور کو کس لئے اکٹھا کیا ہے؟"

"میں نے اکٹھا کیا ہے؟" ٹیوی کا لہجہ متحیرانہ تھا۔

"ہاں.... اور اب تم مجھے دوسری کہانی سنا رہے ہو۔ مجھ پر تہمت رکھ رہے ہو کہ میں نے خاور کو قتل کر دیا۔"

"میرا خیال تھا میں نے حتمی طور پر تو نہیں کہا۔ تم بُرا کیوں مان گئے۔"

"کیوں کیا بلنگر اُس کا خاتمہ نہیں کر سکتا؟"

"قطعی نہیں۔" ٹیوی نے سر ہلا کر کہا۔ "اُس کے لئے تو خاور ایک بہترین مہرہ ثابت ہوتا اور

وہ کوشش ہی کر رہا تھا کہ کسی طرح خاور اُس کا ہم خیال ہو جائے اور داور میرا ساتھ چھوڑ دے۔"

"ٹیوی....!" مجہول آدمی کا لہجہ سخت تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک اُسے اپنی خوفناک آنکھوں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ مجھے خاور اور ساگر کا پتہ بتاؤ ورنہ نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔"

"کیوں بکواس کر کے میرا وقت برباد کر رہے ہو۔" ٹیوی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔" لیکن وہ دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ اُس کی ٹھوڑی پر ایک زوردار گھونسہ پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اُسے سنبھالا لینا ہی پڑا کیونکہ وہ نہ تو کمزور تھا اور نہ بزدل۔ یہ اور بات ہے کہ چھیڑ چھیڑ کر لڑنا اُس کی عادت نہ رہی ہو۔

وہ کافی دیر تک پٹتا اور پیٹتا رہا لیکن تا بکے۔ وہ چار تھے اور ٹیوی تنہا۔ پھر وہ لڑائی بھڑائی کے گر سے بھی ناواقف تھا۔ انہوں نے اُسے گرا ہی لیا اور جب تک اُسے ہوش آیا برابر اُسے مجبور کیا جاتا رہا کہ وہ ساگر اور خاور کے متعلق زبان کھولے۔ مگر اُس کی زبان سے تو صرف گالیاں نکل رہی تھیں اور پھر کسی گالی کو ادھوری ہی چھوڑ کر وہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

سونیا بے خبر سو رہی تھی کہ کسی نے دروازے پر زور زور سے دستک دی۔ آنکھ کھلتے ہی اُسے سخت غصہ آیا۔ ایسی بدتمیزی کی توقع اُسے ٹیوی سے نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن ٹیوی کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ ملازموں میں اتنی جرأت کہاں کہ اس انداز میں دستک دیں گے۔

"کون ہے؟" وہ جھلا کر چیخی۔

"ہجور.... میم صاحب۔" اُس نے چوکیدار کی آواز پہچانی اور اٹھ کر شب خوابی کا لبادہ لپیٹتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔

اور پھر چوکیدار نے اُسے ایک بوکھلا دینے والی خبر سنائی۔ اُس نے بتایا کہ ٹیوی اس وقت کولوین ہاسپٹل میں ہے۔ پچھلی رات وہ گھر نہیں واپس آیا تھا۔ خود سونیا جب دس بجے گھر آئی تھی تو اُس نے اُسے موجود نہیں پایا تھا۔ پھر ساڑھے بارہ بجے تک وہ اُس کا انتظار کرنے کے بعد سو گئی تھی۔

اور اب اس وقت چوکیدار کہہ رہا تھا۔ "وہ بہت جکھمی ہیں میم صاحب بے ہوش پڑے تھے سڑک پر۔ اب کالن ہسپتال سے کھبر آئی ہے۔"

"کیسے خبر آئی ہے؟"

"ٹیلی پھون پر ہجور۔"

"صاحب کی آواز تھی؟"

"ڈاگڈر صاحب کی۔"

"اوہ.... اچھا....!"

پھر وہ بڑی بدحواسی کے عالم میں گھر سے رخصت ہوئی۔ ٹیوی پرائیویٹ وارڈ کے بستر پر پڑا کراہ رہا تھا اور دو پولیس انسپکٹرس شاید اُس کا بیان لے چکے تھے اور اب اٹھنے ہی والے تھے۔ ٹیوی کا چہرہ قریب قریب ناقابل شناخت ہو کر رہ گیا تھا۔ جگہ جگہ سیاہ اور نیلے نشانات تھے۔ ہونٹوں پر بدنما سا ورم تھا۔ پیشانی بھی متورم تھی۔ بس وہ ٹیوی کا کارٹون معلوم ہو رہا تھا۔

سب انسپکٹروں کے باہر جاتے ہی سونیا بے اختیارانہ انداز میں اُس کے بستر کے قریب دوزانو ہو گئی۔

"یہ کیسے ہوا ٹیوی؟ یہ کیا ہے.... میرے خدا۔" وہ مضطربانہ اُس کے گالوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"اُس نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔" ٹیوی نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "مگر نہیں.... ہو سکتا ہے وہ.... وہی خطرناک آدمی ساگر رہا ہو۔"

پھر اُس نے کراہ کراہ کر ساری داستان دہرائی.... اور سونیا نے جلدی سے کہا۔ "مم.... مگر.... وہ.... ساگر تو نہیں ہو سکتا اور پھر تم جو وقت بتا رہے ہو اس دوران میں تو میں اُسے برابر دیکھتی رہی تھی اور ساڑھے نو بجے میں نے اُس سے گفتگو بھی کی تھی۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" ٹیوی کے لہجے میں تحیر تھا۔

سونیا نے اُسے جادوگر کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "اور وہ سچ مچ ساگر ہی نکلا۔ گریٹا اُسے الگ لے آئی تھی۔ ہم نے کچھ دیر تک تو اِدھر اُدھر کی باتیں کی تھیں پھر میں اصل موضوع کی طرف آ گئی تھی۔ میں نے اُس سے کہا تھا کہ ٹیوی کی فرم اُسے ہر حال میں خوش آمدید کہے گی اور ملازمت میں آ جانے کے بعد ہی وہ کم از کم ایک سال تک تو بلنگر کے آدمیوں کے حملے سے محفوظ ہی رہ سکے گا۔ اس پر اُس نے ہنس کر کہا تھا میں تو اس وقت بھی محفوظ ہوں۔ میں نے خاور کا حوالہ دیا تو بولا خاور جیسے بھی میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔"

"تو اُس نے کیا کہا؟"

"ملازم کی حیثیت سے وہ نہیں رہ سکتا۔ اُس کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ اُس نے تمہارے بزنس کا حصہ دار بننے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے میں نے اُس پر لعنت بھیج دی۔"

"اوہ.... تم نے بُرا کیا سونی ڈارلنگ.... وہ جس قیمت پر بھی آئے اسے لاؤ۔ مجھے ایک

انتہائی چالاک اور سازشی آدمی کی ضرورت ہے۔ وہ کتنے کا حصہ چاہتا ہے۔"

"صرف دس فیصد....!"

"میں اُسے بیس دوں گا۔ تم معاملات طے کر لو۔"

"مگر.... کرو گے کیا۔ وہ تمہارے کس کام آسکے گا....؟"

"اوہ.... وہ بڑا شاطر آدمی معلوم ہوتا ہے۔" ٹیوی نے کراہ کر کہا۔ "میں اُسے اس مردود کے پیچھے لگاؤں گا۔"

"مگر وہ اُسے ملے گا کہاں؟ ہاں پولیس نے اُس مکان کی تلاشی تو لی ہی ہو گی جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔"

"کچھ بھی نہیں ملا وہاں اور ابھی تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ اُس کا مالک کون ہے۔"

"اسے اچھی طرح سوچ لو۔ ساگر بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے کہیں وہ تمہیں کسی نئی مصیبت میں نہ پھنسا دے۔"

"میں اُس مردود کو فنا کر دینے کے سلسلے میں ڈوب جانا بھی پسند کروں گا۔ آخر وہ ہے کون؟ مجھ سے کیا چاہتا ہے.... یا.... یا.... دیکھو سونی میں سوچتا ہوں کہ کہیں وہ اب تک میری آڑ میں کوئی حرکت نہ کرتا رہا ہو۔"

❁

ایک ہفتے میں ٹیوی چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ اس دوران میں سونیا نے ساگر سے نہ صرف سارے معاملات طے کر لئے تھے بلکہ خود بھی طے ہو کر رہ گئی تھی۔ یعنی کہ وہ نہ جانے کیوں یہ محسوس کرنے لگی تھی کہ جیسے ابھی تک اُس کی زندگی میں صرف ساگر ہی کی کمی رہی ہو۔ وہ ایک کھلنڈرا اور ہنس مکھ آدمی ثابت ہوا تھا.... یہی نہیں بلکہ اُس کے کئی جوہر بھی کھلے تھے۔ وہ بہترین میک اپ کر سکتا تھا آواز بدل سکتا تھا.... اور نہ جانے کس کس اَلا بَلا کا ماہر تھا۔ اُس نے ٹیوی کو اُس کی ساری خصوصیات بتائیں اور ٹیوی کی باچھیں کھل گئیں لیکن ابھی دونوں کا سامنا نہیں ہوا تھا۔

یک بیک ایک دن روستمبا کے اخبارات میں ایک اعلان دیکھا گیا۔ ٹیوی کے کاروبار کا ایک حصہ دار بھی پیدا ہو گیا تھا۔ کنور سعید.... جس کے ہاتھوں کسی رقم کے عوض ٹیوی نے اپنا آدھا کاروبار فروخت کر دیا تھا۔

اسی شام کو سونیا کنور سعید کے ساتھ روستمبا کی سب سے بڑی تفریح گاہ بلیو مون کلب میں

دیکھی گئی۔ وہ اُس سے کہہ رہی تھی۔ ''ساگر! اس وقت تم سچ مچ شہزادے ہی لگ رہے ہو۔''

''شہزادے گدھے تو نہیں لگتے۔'' ساگر نے جواب دیا۔

''ٹیوی سے تمہاری کیا گفتگو ہوئی تھی؟''

''کچھ بھی نہیں۔ تم نے بیس فیصد کی تھی اُس نے پچاس فیصد کا حصہ دار بنادیا۔''

''میں جان نہیں سکتی کہ یہ معاملہ رواروی میں طے ہو گیا ہو۔''

''کیا ٹیوی نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟''

''نہیں....!''

''اوہ.... شاید وہ تم پر اعتماد نہیں کرتا۔'' ساگر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

''خیر یہ میرا نجی معاملہ ہے کہ وہ مجھ پر اعتماد کرتا ہے یا نہیں۔ تم مجھے وہ بات بتاؤ جو اُس نے مجھ سے چھپائی ہو۔''

''تاکہ وہ مجھ پر بھی اعتماد کرنا چھوڑ دے۔'' ساگر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اوہ.... شاید تم نے اُس کے ساتھ کوئی فراڈ کیا ہے۔''

''بھئی اگر غلطی سے کوئی فراڈ ہو گیا ہو تو نہیں کہہ سکتا۔ ویسے دیدہ دانستہ میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اکثر....!''

''ہاں.... خاموش کیوں ہو گئے؟''

''کچھ نہیں.... کوئی بات نہیں.... وہ دیکھو.... گریٹا.... شاید وہ مجھے تلاش کر رہی ہے۔ مگر افسوس اب وہ مجھے نہ پہچان سکے گی۔''

گریٹا سیدھی اُن کی میز کی طرف آئی۔ سونیا کو اُس کی آمد گراں گذری تھی۔ لیکن پھر بھی اس نے مسکرا کر اُسے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دی۔

''وہ اب وہاں بھی نہیں ہے۔'' گریٹا نے کہا۔

''میں نے تو اب اُس کا خیال ہی ترک کر دیا ہے۔'' سونیا بولی۔

گریٹا نے ایک اچٹتی سی نظر ساگر پر ڈالی جو اس وقت کنور سعید کے روپ میں تھا اور اُس کا دعویٰ تھا کہ اس میک اپ میں اُسے بحیثیت ساگر کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔

''مگر تم اس طرف کیسے آنکلی تھیں؟'' سونیا نے گریٹا سے پوچھا۔

''مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم ادھر ہی آئی ہو.... میں نے سوچا ممکن ہے تمہیں اُس کے موجودہ پتہ کا علم ہو۔''

"میں کہتی ہوں کہ تم بھی اُس کے چکر میں نہ پڑو۔ خطرناک آدمی ہے۔ اُس نے ٹیوی کی ملازمت کا مضحکہ اڑایا تھا۔ پتہ نہیں وہ روستما میں کیا کرنا چاہتا ہے۔"

"خیال ہے اپنا اپنا۔" گریٹا نے کہا۔ "میں اُسے بُرا آدمی نہیں سمجھتی۔ پھر ہم میں سے کون اچھا ہے۔"

"معاف کرنا.... میں اب چلوں گی۔"

شاید گریٹا کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ وہ اٹھی اور صدر دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

"یہ لڑکی تم پر بُری طرح ریجھی ہے۔" سونیا ساگر کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"فہرست بہت طویل ہے۔" ساگر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن جس دن بھی مجھے کسی کے عشق پر یقین آیا وہی میری زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

"اونہہ....!" سونیا نے بُرا سا منہ بنایا۔ "تمہیں اپنے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ خیر ہٹاؤ! ہاں تم نے یہ آٹھ ہزار روپے اُس کے نام سے کیوں جمع کرائے ہیں....؟"

"وہ ایک شریف لڑکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اُس کے پاس کم از کم آٹھ ہزار روپے تو ہونے ہی چاہئیں۔"

"ہوں.... یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ تمہیں پسند آئی ہے۔"

"میں بہت بُرا آدمی ہوں لیکن اچھے لوگ مجھے پسند آتے ہیں۔"

"تم عجیب ہو۔"

"عجیب ترین کہو۔ کیونکہ میں تفریحاً فراڈ کرتا ہوں۔"

"ٹیوی بھی کوئی بھولا بچہ نہیں ہے۔ اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ اُس نے صرف اُس نامعلوم آدمی سے نپٹنے کے لئے تم سے تعاون کیا ہے۔"

"اور اُسے تعاون پر افسوس نہیں ہو گا۔ چھوڑو کہاں کی باتیں لے بیٹھی ہو۔ اب میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں۔"

"ہشت۔" سونیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "مجھے اپنے حسن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"آہا.... تو کیا میں اسے خوش فہمی سمجھوں گا۔" ساگر نے قہقہہ لگایا اور پھر یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔" ساگر صدر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سونیا کو وہاں بوشن نظر آیا۔ اس نے گریٹا کی کلائی پکڑ رکھی تھی لیکن انداز سے ایسا معلوم

ہو رہا تھا جیسے اُس کی وہ حرکت غیر معمولی نہ ہو۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ گریٹا کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں۔ آنکھوں میں احتجاج رہا ہو۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے زبردستی کھینچ لایا ہو۔

"اس کا مطلب ہے ہنگامہ۔" ساگر نے دانت پیس کر آہستہ سے کہا۔

بے ہوش آدمی

سونیا کا دل دھڑکنے لگا اور اُس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "نہیں دیکھو تم کنور سعید ہو۔ اس وقت تمہاری حیثیت دوسری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کھیل بگڑ جائے۔"

"مجھے یاد ہے کہ میں کنور سعید ہوں۔ مگر ہنگامہ ضرور ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں یہ بھی بلنگر کے آدمیوں کی ایک چال ہے۔ انہوں نے اب میرے لئے گریٹا کا تعاقب شروع کر دیا ہے۔ شاید اس وقت انہیں شبہ ہو گیا ہے کہ میں یہیں موجود ہوں۔ اسی لئے بوشن اُسے اس طرح یہاں کھینچ لایا ہے.... ہاہا.... بلنگر کنور سعید کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ واہ....!"

"دیکھو.... تم اپنی جگہ سے ہلنا بھی مت۔"

"اوہ.... لڑکی بے حد پریشان نظر آ رہی ہے۔ کتنی بے بسی ہے اُس کی آنکھوں میں۔"

"میں کہتی ہوں تم اس وقت کچھ نہیں کر سکتے۔ کھیل بگڑ جائے گا۔"

"میں یہیں بیٹھا رہوں گا اسی طرح.... لیکن بوشن اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا یہ خیال ہے کہ میں تنہا ہوں۔ ارے میرے آدمیوں کو اشارہ مل چکا ہے۔ ابھی تم دیکھ ہی لو گی۔"

بوشن ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ یک بیک اُس نے گریٹا کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف مڑ گئی۔ سونیا نے اُسے باہر جاتے دیکھا لیکن بوشن اُس سے لاپرواہ نظر آ رہا تھا کہ وہ موجود بھی ہے یا چلی گئی۔ اس کی نظریں سونیا کی میز پر رک گئی تھیں اور اب وہ کنور سعید کو گھور رہا تھا۔ سونیا نے کنکھیوں سے ساگر کی طرف دیکھا جو بے تعلقانہ انداز میں پائپ کے کش لے رہا تھا۔

بوشن اُن کی میز کی طرف بڑھا لیکن اُس کے ہونٹوں پر ایسی ہی مسکراہٹ تھی جیسے وہ سونیا کا بے حد احترام کرتا ہو۔

"کیا میں یہاں بیٹھنے کی جرأت کر سکتا ہوں مس صاحبہ؟"

"کیوں نہیں....!" سونیا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"میں شکریہ ادا کرتا ہوں محترمہ....!" بوشن بیٹھتا ہوا بولا۔

اب ساگر نے اُس پر اس طرح نظر ڈالی جیسے اُسے بے حد حقیر سمجھتا ہو اور اُس کا قریب بیٹھنا اُسے گراں گزرا ہو۔

"میں ٹیوی صاحب کی خیریت دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" بوشن نے سونیا سے کہا۔

"وہ اب ٹھیک ہے۔"

"مگر آج تک اس حادثے کے متعلق کسی کو کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔"

"اگر تم اس مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہو تو میں معذوری ہی ظاہر کروں گی کیونکہ اُس نے مجھے بھی کچھ نہیں بتایا۔ ویسے کیا تم لوگوں کو اُس رپورٹ پر یقین نہیں ہے جو اُس نے پولیس کو دی تھی۔"

"ٹیوی صاحب کے بیان کے مطابق حملہ آور نامعلوم تھے۔ وہ کسی کو بھی نہیں پہچان سکے تھے.... مگر کیا یہی حقیقت بھی تھی؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو اور میں کیوں جواب دوں اس بات کا؟"

"یہ بہت ضروری ہے محترمہ کیونکہ پولیس ہمیں پریشان کر رہی ہے.... آپ جانتی ہیں کہ ہمارے درمیان کاروباری مناقشوں کے علاوہ اور کوئی چیز کبھی نہیں رہی۔ معاہدوں کا پاس ہم اس حد تک کرتے ہیں کہ داور سر راہ میری توہین کرنے کے باوجود بھی آج تک زندہ ہے۔"

"آہا.... تو کیا تم اُسے مار ڈالتے؟" سونیا مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسی۔

"یقیناً محترمہ....!"

"اچھی بات ہے تو اب مقابلے کے دوران میں اُسے مار ہی ڈالنے کی کوشش کرنا۔"

"میری گذارش صرف اتنی ہے کہ ٹیوی صاحب کو بلنگر صاحب کی پوزیشن صاف کر دینی چاہئے۔"

"تو ٹیوی سے براہ راست گفتگو کرو۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"آپ بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ غالباً ٹیوی صاحب کے لئے کوئی حصہ دار پیدا کرنے کی مہم بھی آپ ہی نے سرانجام دی تھی۔"

"تم جا سکتے ہو۔" یک بیک سونیا کو غصہ آ گیا۔

"میں یہاں بیٹھنے کے لئے نہیں آیا۔" بوشن ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

"لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اب اٹھ ہی جاؤ۔" دفعتاً ساگر غرایا۔

"اوہ.... آپ کی تعریف....؟"

"میں کہتا ہوں اٹھ جاؤ۔"

"کنور.... پلیز....!" سونیا نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

بوشن بے حیائی کی ہنسی ہنستا ہوا اٹھ گیا۔ لیکن سونیا اس ہنسی میں ایک قسم کا چیلنج محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی۔

ساگر اُس کے جانے کے بعد پُر سکون نظر آرہا تھا۔ جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ پھر کچھ دیر بعد اُس نے سونیا سے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے.... کہ بلنگر ہی نے ٹیوی کو پٹوایا ہو؟"

"بظاہر کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ بوشن نے غلط نہیں کہا تھا کہ ہمارے درمیان کاروباری چپقلش کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے سلسلے میں صرف پہلوان ہی پٹ سکتے ہیں۔ ٹیوی کا پٹ جانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

"کیوں! کیا ٹیوی اس طرح خوفزدہ ہو کر خود ہی داور کو بوشن کے مقابلے سے نہیں ہٹا سکتا۔ بلنگر دراصل یہی چاہتا ہے کہ یہ مقابلہ نہ ہو۔ لیکن اگر بوشن پیچھے ہٹتا ہے تو فرم کی ساکھ بگڑتی ہے۔ البتہ داور خود ہی بیٹھ جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔"

سونیا کسی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔ "ہاں.... یہ ممکن ہے۔ لیکن بلنگر یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مقابلہ داور یا ٹیوی کی موت ہی کی صورت میں رک سکتا ہے لیکن وہ دونوں زندہ ہیں۔ یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ ٹیوی کو ہراساں کرنے کے لئے یہ حرکت کی گئی ہو۔ مگر وہ نامعلوم آدمی بلنگر تو ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اکثر ٹیوی کے حق میں بلنگر کو چوٹیں بھی دیتا رہا ہے۔"

"مثال کے طور پر....؟"

سونیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ابھی پچھلے ہی سال کی بات ہے ایک بڑی اچھی جوڑی کا مقابلہ ٹھہرا تھا۔ دونوں طرف کے پہلوان اپنی مثال آپ تھے۔ دونوں طرف بے تحاشہ ٹکٹ بکے.... ٹیوی کا خیال تھا کہ اُس کا پہلوان ہر حال میں کامیاب رہے گا۔ لیکن جب مقابلہ شروع ہوا تو اُس کا پہلوان کچھ دبتا ہوا سا نظر آنے لگا۔ تیسرے راؤنڈ میں تو یقین کر لیا گیا کہ وہ اسی راؤنڈ یا چوتھے راؤنڈ میں لازمی طور پر ختم ہو جائے گا۔ مگر تیسرا راؤنڈ بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ البتہ ٹیوی کے پہلوان کی حالت ابتر تھی۔ اُس کے مخالفین چوتھے راؤنڈ میں اُس کے ناک آؤٹ ہو جانے کے خیال میں مگن تھے۔ دفعتاً راؤنڈ کے درمیانی وقفے میں اُسی پُر اسرار آدمی نے ٹیوی کو فون پر مخاطب کیا اور کہا کہ وہ فوری طور پر بلنگر کے پہلوان کی شکست کا سامان مہیا کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹیوی نے اُس سے اس کی استدعا ہی کی ہوگی کیونکہ اپنے پہلوان کی شکست کی صورت میں اُسے بہت بڑے

خسارے کا سامنا کرنا پڑتا۔ بس تو پھر یقین جانو کہ چوتھے ہی راؤنڈ میں بلنگر کے پہلوان کا قلع قمع ہو گیا اور بے چارا بلنگر اتنا بد حواس نظر آنے لگا جیسے بس اب اُس کا ہارٹ فیل ہی ہو جائے گا.... یہ تو نہ ہوا البتہ اُسی رات جو اُسے بخار ہوا تھا تو ایک ہفتے تک پلنگ ہی پر پڑا رہ گیا تھا۔"

"لیکن یہ کایا پلٹ ہوئی کیسے ہو گی؟" ساگر نے پوچھا۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔" سونیا بولی۔ "خود ٹیوی کی سمجھ میں نہیں آ سکا کہ کایا پلٹ کیسے ہوئی تھی۔ میرے خدا اس مقابلے سے کتنی بھیانک یادیں وابستہ ہیں۔"

"یعنی....؟ میں نہیں سمجھا.... بھیانک یادیں۔"

"اوہ.... بلنگر کے پہلوان کی شکست کا اعلان ہوتے ہی تماشائیوں میں سے ایک نے وہیں اُسی جگہ خودکشی کر لی تھی۔ اُس کے پاس ریوالور تھا۔"

"بہت بڑی ہار میں رہا ہو گا۔" ساگر نے پلکیں جھپکائیں۔

"خدا جانے۔ مگر اُس کے جیب میں صرف تین ٹکٹ برآمد ہوئے تھے اور ایک صرف دو روپے کا ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اُس نے اور ٹکٹ بھی لیے ہوں۔"

"کتنے لیے ہوں گے۔ یہ ایک تفریحی جوا ہے۔ اس پر کوئی اتنا زیادہ روپیہ نہیں لگاتا کہ ہار جانے پر خودکشی کی نوبت آ جائے۔ یہ آج تک کا ریکارڈ ہے کہ ایک آدمی نے پچاس سے زیادہ ٹکٹ کبھی نہیں خریدے اور پھر خودکشی کرنے والا کوئی گرا پڑا آدمی بھی نہیں تھا۔ روستمبا کی ایک بڑی تحصیل کا تحصیلدار تھا۔"

"اوہ....!" ساگر نے پھر پلکیں جھپکائیں اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

❁

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید روستمبا کے باہر ایک کھلے میدان میں ملے تھے۔ یہ احتیاط اس لئے برتی گئی تھی کہ وہ نادانستگی میں ممکنہ تعاقب سے بچ سکیں۔ یہ ملاقات روزِ روشن میں ہوئی تھی اور انہیں اطمینان تھا کہ اُن کا تعاقب نہیں کیا گیا۔

حمید نے چھوٹتے ہی کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اتنے گھماؤ پھراؤ کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہوں.... تو کچھ کرتے رہو۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"ایک تحصیل دار کی خودکشی کا کیس اتنا چکرا دینے والا نہیں ہو سکتا کہ اُس کے لئے سال بھر پہلے سے تیاریاں کی جائیں۔"

"مقامی پولیس آج تک سراغ نہیں پا سکی حمید صاحب۔"

"کیا اس طریقے کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی جو آپ نے اختیار کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔"

"اور آپ اسے بھی غالباً تسلیم ہی کرتے ہوں گے کہ خودکشی کی وجہ کسی پہلوان کی شکست نہیں بنی تھی۔"

"میں یہ کیوں تسلیم کروں؟"

"تحصیل دار کی جیب سے صرف تین ٹکٹ برآمد ہوئے۔ سونیا کے بیان کے مطابق ابھی تک کا ریکارڈ فی کس صرف پچاس ٹکٹ ہیں۔ ریس کی طرح لمبے جوئے کا معاملہ نہیں ہے۔ پچاس ٹکٹ صرف سو روپے کے ہوئے۔"

"خودکشی کے لئے تماشہ گاہ مناسب نہیں تھی حمید صاحب اور پھر ہار جیت کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی اُس نے خودکشی کیوں نہیں کی تھی.... وہ اپنی قیام گاہ پر بھی اطمینان سے کر سکتا تھا۔"

"اللہ کی یہی مرضی تھی.... آپ خدائی فوج دار ہیں۔" حمید جھنجھلا گیا اور فریدی مسکرا پڑا۔

"یہ بھی اللہ ہی کی مرضی ہے کہ ہم اس طرح جھک مارتے پھر رہے ہیں۔ تمہیں متفکر نہ ہونا چاہئے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے ایک سنسنی خیز خبر اور بھی ہے۔"

"سنائیے....!" حمید نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"کیوں؟" فریدی کے لہجے میں تحیر تھا۔ "تم بہت ڈھیلے ڈھالے نظر آ رہے ہو۔ کیا سونیا بہت بور ثابت ہوئی ہے۔"

"مجھے اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ جب سے عورتوں کی پیدائش بند ہوئی ہے میرا جی نہیں لگتا۔ دنیا سے اب تو خدا اٹھا ہی لیتا تو اچھا تھا۔"

"کیا مطلب.... پیدائش بند ہوئی ہے؟"

"ارے یہ عورتیں ہیں؟ جن میں نسائیت نام کو بھی نہیں ہے۔ اُن کی ہم جلیسی میں ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہوتا کہ واسطہ جنس مقابل سے ہے۔"

"خیر.... ہاں.... تو میں تمہیں یہ بتانے والا تھا اُس تحصیل دار کی تحویل میں ڈیڑھ لاکھ روپے تھے جن کا پتہ آج تک نہیں چل سکا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اگر اُس نے وہ ڈیڑھ لاکھ روپے بلنگر کے پہلوان پر لگائے ہوتے تو.... مگر نہیں....!"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جب کہ ریکارڈ پچاس ٹکٹوں سے زیادہ کا نہیں رہا اور پھر کون ایسا گدھا ہے جو دو روپے ٹکٹ والے جوئے پر ڈیڑھ لاکھ لگا بیٹھے۔"

"یہی تو دیکھنا ہے۔"

"دیکھتے جایئے۔" حمید نے بیزاری سے کہا۔ "قاسم الگ بور ہو رہا ہے۔ وہ کہتا ہے ٹھینگے پر کئی پہلوانی کہ کوئی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اُسے آج کل سونیا سے عشق ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا.... یوں مسکراتی ہے.... یوں.... یوں"

"اُسے قابو میں رکھو۔ اتفاقات نے تمہیں اُس تک پہنچا دیا ہے۔ تمہارا ٹیوی تک پہنچنا میری اسکیم میں نہیں تھا۔ معمولی میک اپ میں تمہیں جگدیش اس لئے بنایا گیا تھا کہ بوشن یا اُس کے آدمی تمہیں پہچان لیں اور پھر میں اس کا ردعمل نوٹ کر سکوں۔ مگر اس کی بجائے تمہیں ٹیوی نے ڈھونڈ نکالا۔"

"آخر آپ چاہتے کیا تھے۔ خاور اور خاور کا قتل کیا معنی رکھتا تھا؟"

فریدی مسکرایا۔ سگار کے دو تین ہلکے ہلکے کش لیے اور بولا۔ "اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ٹیوی تک خاور کے قتل کی اطلاع پہنچ جائے۔"

"اس سے آپ کس نتیجے پر پہنچنے کے متوقع تھے؟"

"بس صرف ردعمل دیکھنا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "مگر وہ اس شکل میں ظاہر ہوا کہ تم مجھے اس وقت ایک ایسے آدمی کی کہانی سنا رہے ہو جس کی شخصیت کا علم خود ٹیوی کو بھی نہیں ہے اور جس کی کسی حرکت کی بناء پر بلنگر کا جیتا ہوا پہلوان ہار گیا تھا۔"

"میں نے ابھی تک تو نہیں بتایا آپ کو۔" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ٹیوی نے تمہیں محض اسی لئے پارٹنر بنایا ہے کہ تم اُسے اُس نامعلوم آدمی کے حملوں سے محفوظ رکھ سکو۔"

"مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"یہاں روستمبا میں اکیلے تم ہی تو نہیں ہو میرے ساتھ۔ اُس رات ایک طرف سونیا تم پر ڈورے ڈال رہی تھی اور دوسری طرف ٹیوی پٹ رہا تھا۔"

"اوہ.... تب تو آپ کو اُس آدمی کی شخصیت کا علم ہو گیا ہو گا۔"

"وہ میری نظروں میں آ چکا ہے۔"

"ہوں.... تو پھر اب کیا باقی بچا ہے؟"

"اُس آدمی کا طریق کار.... اور ان حرکات کا مقصد معلوم کرنا ہے اور اسی پر اس کیس میں کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہوگا۔ میری دانست میں اس کے لئے قاسم اور بوشن کا مقابلہ ناگزیر ہے۔ مجھے دیکھنا ہے کہ اس سلسلے میں وہ نامعلوم آدمی کون سا قدم اٹھاتا ہے۔"

"وہ قدم ٹیوی کے خلاف تو نہیں ہو سکتا۔ میری دانست میں اُس نے ابھی تک جو کچھ بھی کیا ہے ٹیوی کے حق ہی میں کیا ہے۔"

"تو پھر ٹیوی کی مرمت کیا معنی رکھتی ہے؟" فریدی نے کہا۔

"وہ خاور کی وجہ سے ہوئی تھی۔"

"یعنی....؟"

اب حمید نے پوری داستان دہراتے ہوئے کہا۔ "وہ ٹیوی سے خاور کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ٹیوی نے خاور کے قتل کا الزام اُس پر رکھ دیا اور وہ ٹیوی کو قاتل سمجھتا رہا۔ پھر جب یہ بات صاف نہ ہو سکی تو اُس نے ٹیوی کی مرمت کرادی۔ ظاہر ہے ٹیوی کو اُس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا.... بتاتا کیا۔"

"خاور اُس کے لئے الجھن کا باعث بن گیا ہے۔" فریدی مسکرایا۔

"نہ صرف خاور بلکہ.... ساگر اور داور بھی۔" حمید نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم سے بے شمار غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"ٹیوی کے بیان سے میں نے اندازہ کیا ہے جیسے وہ نامعلوم آدمی ہم تینوں کو کسی سازش کا بانی سمجھتا ہو یعنی ہم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا دشمن نہیں ہے بلکہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے ہماری ملی بھگت سے ہو رہا ہے۔ اگر وہی ہمارا شکار ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔"

"تم اس فکر میں نہ پڑو۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ وہ کتنا محتاط ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اچھا خاصا ڈفر ہے۔ تم بس قاسم کو سنبھالے رکھو۔ یہ مقابلہ ہر حال میں ہوگا۔"

"اگر بلنگر کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو....؟"

"بلنگر کے لئے دو آدمی ہیں۔" فریدی بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "ایک میں اور دوسرا وہ نامعلوم آدمی.... تم صرف قاسم کو سنبھالو۔"

❁

داور کو سنبھالنا آسان کام نہیں تھا۔ مقابلے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن ابھی بوشن اور داور کی

باری نہیں آئی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ایک جوڑی کے مقابلے کا تصفیہ ایک ہی رات میں ہو جاتا اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی جوڑی تین تین دن تک لڑتی رہتی لیکن آخر کار ان میں سے ایک کو ہارنا ہی پڑتا۔

ایک رات جب داور، کنور سعید اور سونیا ایک جوڑی کا مقابلہ دیکھ رہے تھے داور، کنور سعید پر بگڑ گیا اور کنور سعید کو وہاں سے اٹھ جانا پڑا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ داور کی ذہنی رو بہک گئی ہے۔ وہ مشکل ہی سے قابو میں آسکے گا۔ لہٰذا ایک تماشہ گاہ میں اُس کا قرب کنور سعید کی پوزیشن گرا دیتا۔

پھر سونیا ہی داور کے ساتھ رہ گئی۔ اُس نے کہا۔ "دیکھو خاموش رہو۔ تم ایک پبلک مقام پر ہو۔"

"پبلک کی ایسی کی تیسی۔ پھر وہ سالا مجھے غصہ کیوں دلاتا ہے۔"

"چلو اٹھو یہاں سے۔"

"میں کیوں اٹھوں" داور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آس پاس کئی لڑکیاں بیٹھی اُسے گھور رہی تھیں۔ اس سے پہلے وہ بھی انہیں گھور تا رہا تھا اور یہی چیز جھگڑے کا باعث بنی تھی۔ کنور سعید نے اُسے ٹوکا تھا اور وہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔

"میرا کہنا نہیں مانو گے؟" سونیا بولی۔

"تو پھر تم ہی مجھ سے محبت کرو۔" داور کی زبان سے شاید بے اختیارانہ طور پر نکلا تھا۔

"کیا بکواس ہے۔" سونیا جھلا گئی اور پھر داور کو ہوش آیا کہ اُس سے گدھا پن سرزد ہوا ہے۔

"مم.... میں.... یعنی کہ.... ہی ہی ہی.... خفا نہ ہو جانا.... میں تو یہ کہہ رہا تھا.... یہ کہہ رہا تھا کہ ای ای ای.... ٹھینگے سے.... میں جا رہا ہوں۔"

وہ اٹھا اور کرسیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا تماشائیوں کے احتجاج کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔

آج داور اور بوشن کے مقابلہ کا دن تھا۔ اس دوران میں اس مقابلے کی اتنی پبلسٹی ہوئی تھی کہ لوگ اچھے خاصے ذہنی ہیجان میں مبتلا ہو کر رہ گئے تھے۔ بہت کم آدمیوں کو بوشن سے ہمدردی تھی۔

بلنگر اپنے انداز میں پبلسٹی کرا رہا تھا اور ٹیوی اپنے انداز میں۔ ایک "لاف و گزاف" خود بوشن کی طرف سے شائع ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ جھگڑے میں اُس کا پٹ جانا محض ایک اتفاق تھا اور وہ نشے میں بھی تھا اب وہ دیکھے گا کہ داور کتنے پانی میں ہے۔

دوسری طرف ایک کہنہ مشق فائٹر کا سرٹیفکیٹ بطور اشتہار اخبارات میں شائع ہو رہا تھا جس

کی رو سے داور ایک ماہر مکا باز تھا اور کسی ہاتھی کی طرح طاقت ور..... یہ سرٹیفکیٹ ٹیوی نے سینکڑوں روپے صرف کر کے حاصل کیا تھا۔

شام تک ہیجان کافی بڑھ گیا، تماشہ گاہ کے باہر تل رکھنے کی جگہ نہ رہ گئی تھی۔ پہلوانوں کے ٹکٹ تو دن بھر شہر کے مختلف حصوں میں فروخت ہوتے رہے تھے لیکن اس وقت تماشہ گاہ میں داخلے کے ٹکٹ حاصل کرنے میں لوگوں کو دشواری پیش آرہی تھی۔

لوگوں کا خیال تھا کہ اس جوڑی کا مقابلہ اس سیزن کا سب سے بڑا مقابلہ ہوگا۔ کیونکہ بوشن نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی تھی۔

گریٹا بھی تھی اس بھیڑ میں اور سوچ رہی تھی کہ شاید داخلے کا ٹکٹ حاصل کرنے میں اُسے کامیابی نہ ہو۔ جوئے سے اُسے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو ساگر کی تلاش میں یہاں آئی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ ساگر یہ مقابلہ دیکھنے ضرور آئے گا۔ اس لئے جو بھی اُس کے سامنے پڑ جاتا اُس کا جائزہ بغور لیتی تھی۔ اچانک سونیا سے ملاقات ہوگئی اور اُس نے اُسے تماشہ گاہ میں چلنے کی دعوت دی۔ ٹیوی اور بلنگر کی فرموں کے کارکنان کسی کو بھی اپنے ساتھ تماشہ گاہ میں لے جاسکتے تھے۔ پتہ نہیں گریٹا کو سونیا سے الجھن ہونے لگی تھی۔ اُس کا قرب اُسے عجیب قسم کی بے چینی میں مبتلا کر دیتا تھا۔

رنگ میں ابھی سناٹا تھا اور چاروں طرف کرسیاں پُر ہونی شروع ہوگئی تھیں۔

"وہ تمہارے کنور سعید کہاں ہیں؟" گریٹا نے سونیا سے پوچھا۔

"کیوں؟"

"تم آج کل اُس کے ساتھ زیادہ دیکھی جاتی ہو؟"

"ہاں....!" سونیا نے لاپروائی سے جواب دیا۔ اور پھر اُس کے بعد گریٹا نے ساگر کا تذکرہ چھیڑ دیا تھا۔ سونیا نے اُسے بتایا کہ ساگر اُسے پھر کبھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ گریٹا چپ ہو رہی۔

"ارے تمہیں اس کی فکر کیوں ہے۔ اُسے جہنم میں جھونکو۔ آٹھ ہزار تو ہتھیا ہی لئے۔"

"میں اُس کے روپے واپس کرنا چاہتی ہوں۔"

"پاگل ہوئی ہو؟" سونیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "واپس ہی کرنا ہے تو ٹیوی کو واپس کرو۔"

"ٹیوی سے مجھے نہیں ملے تھے۔" گریٹا کے لہجے میں بیزاری تھی۔

پھر مقابلے شروع ہونے کی گھنٹی بجنے لگی.... چاروں طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ گریٹا اب بھی ساگر کو تلاش کر رہی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ اس مقابلے کو چھوڑے گا نہیں۔

دفعتاً بوشن رنگ میں دکھائی دیا۔ اُس کے ساتھ بلنگر کی فرم کا اناؤنسر بھی تھا۔ اُس نے بوشن کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"خواتین و حضرات۔ یہ بوشن ہے۔ روستما ہی نہیں بلکہ پورے ملک کا مانا ہوا جیالا۔ اس نے آج تک کسی سے بھی شکست نہیں کھائی۔ اب تک اٹھارہ بہت بڑے مقابلوں میں حصہ لے چکا ہے۔ آج اس کا دیو سے مقابلہ دیکھئے۔"

بہت کم تماشائیوں نے تالیاں بجائیں۔ زیادہ تر لوگ داور کو دیکھنے کے لئے بے چین تھے جس نے بیچ بازار میں بوشن کو پیٹ دیا تھا۔

داور سرخ رنگ کی ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس تھا۔ جیسے ہی وہ رنگ میں داخل ہوا شور سے کان پھٹنے لگے۔ ٹیوی کی فرم کے ایک آدمی نے جو اونچائی میں اُس کے سینے تک تھا اُس کا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ آخر داور ہی نے اُسے گود میں اٹھالیا اور بائیں ہاتھ پر سنبھالے رہا۔ تب اُس آدمی نے اُس کا داہنا ہاتھ اٹھایا اور تماشائی بے تحاشہ ہنس پڑے۔ داور شاید بڑی موج میں تھا اور کیوں نہ ہوتا جب کہ اُسے تماشائیوں میں صرف عورتیں ہی نظر آرہی تھیں حالانکہ وہ مردوں کی چوتھائی کے برابر تعداد میں بھی نہیں تھیں۔

ٹیوی کے اناؤنسر نے تماشائیوں کو مخاطب کیا۔ "خواتین و حضرات۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہ داور دیوزاد ہے۔"

"نہیں بے.... داور زندہ باد۔" داور بدبدایا۔ لیکن اس وقت اُس کی کھوپڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی کیونکہ عورتیں ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے پکار رہی تھیں۔ کیوں نہ پکارتیں جب کہ انہوں نے اُس کے پچاس پچاس ٹکٹ خریدے تھے اور انہیں توقع تھی کہ ذرا ہی سی دیر میں اُن کی رقومات دوگنی ہو جائیں گی۔

اس نے بوکھلاہٹ میں اناؤنسر کو چھوڑ دیا جو دھپ سے نیچے گرا اور جلدی سے اٹھ کر بھاگ نکا۔ ایک بار پھر قہقہے بلند ہوئے۔ ادھر ریفری نے مقابلے کی سیٹی بجائی۔

داور اور بوشن اپنے گاؤن اتارتے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے آگئے۔ بوشن حملہ کرنے کے لئے پینترے بدلنے لگا تھا۔

"ہائیں.... یہ کیا کر رہے ہو بیٹا۔" داور نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ وہ خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنی عورتیں تو اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ لہٰذا اس وقت اُسے یہی

مناسب معلوم ہوا کہ وہ کسی فلمی ہیرو کی نقل اتارنے کی کوشش کرے۔ وہ ایکٹنگ ہی کے چکر میں رہ گیا اور بوشن نے دو چار ہاتھ جڑ دیئے۔

"مارے جاؤ.... سالے۔" داور دہاڑا اور مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ ایسا مقابلہ شاید ہی کبھی نظروں سے گذرا ہو۔ پھر یک بیک بوشن نے ایک ہاتھ اُس کی توند پر بھی رسید کر دیا اور داور بلبلاتا ہوا دہرا ہوا ہی تھا کہ بوشن نے کھوپڑی پر دو ہتھڑ مارا۔

"ابے پیٹ کی نہیں ہوتی۔" داور دھاڑتا ہوا منہ کے بل نیچے چلا آیا۔

صرف بوشن کے ٹکٹ خریدنے والوں نے قہقہے لگائے اور بقیہ لوگوں کے چہروں پر تو ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پھر کسی گوشے سے آواز ابھری.... "بے ایمانی.... بے ایمانی.... دونوں مل گئے ہیں۔"

"ٹھینگے سے مل گئے ہیں۔" داور زمین سے اٹھتا ہوا دہاڑا اور دونوں ہاتھوں کو تیزی سے گردش دی۔ جھلاہٹ میں چلتے ہوئے ہاتھ بوشن کے بائیں شانے پر پڑے اور وہ زمین سے اکھڑ کر رنگ کے گرد تنی ہوئی رسی سے جا ٹکرایا۔ پھر توازن برقرار نہ رکھنے کی بناء پر رنگ کے باہر الٹ گیا۔

اس پر اتنا شور بلند ہوا کہ کانوں میں سیٹیاں سی بج اٹھیں۔

"دونوں ملے ہوئے ہیں۔" داور کسی دل جلی بڑھیا کی طرح لچک کر طنزیہ لہجے میں چیخا۔

بلنگر کے آدمی بوشن کو اٹھنے میں مدد دے رہے تھے۔ اُس کے جسم پر کئی جگہ خراشیں آگئی تھیں۔ وہ پھر رنگ میں آیا۔ بہت زیادہ جھلایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اس بار داور کی زد سے بچتا ہی رہا۔ اب وہ بھاگ کر حملے کر رہا تھا۔ داور بے چارے میں دوڑنے کی سکت کہاں؟ اگر پہاڑوں سے متحرک ہو جانے کی توقع کی جاسکتی ہو تو اُسے بھی دوڑنے میں تکلف ہو سکتا تھا۔

بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ بوشن بھاگ بھاگ کر اُسے پیٹنے لگا۔ یہ چلت پھرت والے حملے اتنے بھرپور نہیں ہو سکتے تھے کہ داور گر جاتا۔ بس وہ بھی پلٹتا ہی رہا۔ اُس کے بہی خواہ اُس کے نام کے نعرے لگا لگا کر دل بڑھا رہے تھے۔ مگر اُس کے کانوں سے صرف عورتوں کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں۔

"داور.... شاباش.... مارو بڑھ کر....!"

"اے کاسے مارے داور....!" وہ جھنجھلاہٹ میں ناک پر انگلی رکھ کر لچکا اور بوشن بھی ہنس پڑا۔ اتنے میں ریفری نے راؤنڈ ختم ہونے کی سیٹی بجائی۔

وہ دونوں اپنے اپنے مرمت خانوں کی طرف لے جائے گئے۔

دوسرے راؤنڈ میں اتفاق سے ایک بار پھر وہ داور کی زد پر آگیا اور اُس نے اُس کی کنپٹی پر اس

زور کا گھونسا رسید کیا کہ وہ بلبلاتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

ریفری اُس پر جھکا ہوا گنتی گن رہا تھا اور مجمع سسپنس میں مبتلا تھا۔ لیکن جیسے وہ "آٹھ" پر اٹھنے لگا امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ بوشن کھڑا ہو کر آگے پیچھے جھول رہا تھا۔

"مارو.... داور.... مارو داور مارو.... ختم کرو۔" تماشائیوں نے آوازیں دیں۔

"نہیں.... خواتین و لیڈیز.... اُو.... غ.... خواتین و حضرات.... میں کسی مردے کو نہیں مارتا۔ اسے ہوش میں آنے دیجئے۔" داور ہاتھ ہلا کر چیخا۔

اس حماقت پر لوگ اُسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ وہ تو چاہتے ہی تھے کہ ہار جیت کا فیصلہ جلد از جلد ہو جائے کیونکہ داور جیسے پہاڑ کی جیت اتفاق ہی پر مبنی ہو سکتی تھی۔

بوشن سنبھل گیا تھا۔ اُس نے پھر اچھل کود کر حملے کرنا شروع کر دیا۔ اس بار وہ اور زیادہ محتاط نظر آ رہا تھا۔

یہ راؤنڈ بھی ختم ہو گیا۔ لوگوں کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ داور کو گالیاں دے رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ وہ پرلے سرے کا گدھا معلوم ہوتا ہے اور وہ محض اپنی اکڑفوں کی وجہ سے ہار جائے گا۔ بوشن پھرتیلا ہے اسی طرح بھاگ دوڑ کر اُسے پیٹتا رہے گا اور آخر کار داور تھک کر ایسا گرے گا کہ پھر نہ اٹھ سکے گا۔

سونیا کا دل دھڑک رہا تھا۔ حلق خشک ہو گیا تھا۔ اُس کے خیالات بھی عام تماشائیوں کے خیالات سے مختلف نہیں تھے۔

"یہ تو بالکل بھینس ہو کر رہ گیا ہے۔" گریٹا نے کہا۔

"کاش اتنا بے وقوف نہ ہوتا.... کاش!" سونیا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "اگر یہ ہار گیا تو ٹیوی بہت بڑے خسارے میں رہے گا۔"

"بوشن اُس کی یہ کمزوری اچھی طرح سمجھ گیا ہے۔ اب وہ اُس کی زد پر نہیں آئے گا۔ جس وقت وہ اٹھ کر سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا اُسی وقت اگر یہ گدھا ایک ہی ہاتھ اور مار دیتا تو بوشن کی صبح ہو جاتی۔"

تیسرا راؤنڈ شروع ہوا۔ اس بار بوشن پہلے سے بھی زیادہ شیر نظر آ رہا تھا اور داور بھی قدرے سنبھلا ہوا نظر آیا۔ یعنی اس بار وہ مدافعت کے لئے ہاتھ پیر بھی ہلا رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بوشن اُسے پیٹ نہ سکا۔ شاید اس پر ٹیوی کے ٹرینر نے داور کو کچھ خاص قسم کی ہدایات دی تھیں۔

"مگر دیکھو....!" سونیا نے کہا۔ "ایک ہی جگہ جم کر بھگوڑوں کے وار روکنا مشکل کام ہے

لیکن وہ کتنی صفائی سے ہاتھوں پر اُس کے ہاتھ روک رہا ہے۔"

"بڑھ کر مار تا کیوں نہیں کم بخت۔" گریٹا نے کہا۔

سونیا نے کوئی جواب نہ دیا اور گریٹا کچھ اور سوچنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں یہ ٹیوی اور بلنگر مل کر دنیا کی آنکھوں میں دھول تو نہیں جھونک رہے ہیں۔ ان کے جھگڑے محض ظاہری ہوں۔ دنیا کو دکھانے کے لئے اور ان کا بزنس حقیقتاً ایک ہی ہو۔ ٹیوی اور بلنگر پارٹنر ہوں۔ فرم دو مختلف ناموں سے ایک دوسرے کی حریف بن کر سامنے آئی ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ روپیہ بٹورا جاسکے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ اپنا ہی فائدہ دیکھتے ہیں۔ داور کے ٹکٹ بے تحاشہ بکے ہیں.... اور داور ہار جائے.... بوشن کے ٹکٹوں کی بکری برائے نام ہوئی ہے داور کے ہارنے پر ٹیوی کو صرف چند سو روپے بوشن کے ٹکٹوں پر تقسیم کرنے پڑیں گے اور اس کے بعد بلنگر اور ٹیوی ساری آمدنی نصف نصف تقسیم کرلیں گے.... اوہ یہی ہوا ہے۔ اُف فوہ کتنا طاقت ور ہے۔ اُس کے ایک گھونسے نے بوشن کو رنگ سے باہر اچھال دیا تھا اور اب وہ اتنی بے بسی سے اُسی کے ہاتھوں پٹ رہا ہے۔ نہیں یہ ڈاکو ہیں۔ لٹیرے ہیں۔ آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ داور یقیناً ہار جائے گا۔ ہارے گا.... ضرور ہارے گا۔

پھر وہ چونک پڑی۔ داور کچھ کہہ رہا تھا کہ تماشائی قہقہے لگا رہے تھے۔ بوشن ناچ ناچ کر اُس پر حملے کر رہا تھا۔ اس راؤنڈ کا وقت بھی یونہی گذر گیا۔ دونوں پہلوان رنگ سے چلے گئے اور تماشائی اِدھر اُدھر آنے جانے لگے۔ اس بار وقفہ لمبا تھا۔

دفعتاً گریٹا کو کنور سعید دکھائی دیا جو اُسی طرف آرہا تھا۔ یہ دونوں ایک صوفے پر تھیں جہاں تیسرے آدمی کی بھی گنجائش نکل سکتی تھی.... گریٹا کھسک کر سونیا سے جا ملی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔" کنور سعید نے پوچھا۔

"ضرور.... ضرور....!" سونیا مسکرائی۔ "مگر تم تھے کہاں؟"

"ٹیوی کا سر پیٹ رہا تھا۔"

"کیا مطلب....؟"

"مجھ سے مطلب پوچھتی ہو؟" کنور سعید نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم سب مل کر فراڈ کر رہے ہو۔"

"یہ کیا بکواس شروع کردی تم نے؟"

"یہ داور اس طرح پٹ کیوں رہا ہے؟"

"میں کیا جانوں۔" سونیا جھلا گئی۔ "تم مجھ سے بہتر جانتے ہو گے۔"

"کیا یہ ملی ہوئی جوڑی نہیں ہے؟"

"اگر ہے تو میں یہی سمجھوں گی کہ بلنگر تمہیں پہلے ہی خرید چکا تھا اور تم ٹیوی کی فرم میں اُسی کے لئے کام کر رہے ہو۔"

"بڑے آئے حصے دار۔ تم ہمیں تباہ کر دو گے۔ مگر یہ مت سمجھنا کہ تم بچ جاؤ گے۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں رنگ میں کھڑا ہو کر تم لوگوں کی بے ایمانیوں کا اعلان کر دوں۔ مجھ سے زیادہ داور کو اور کون جانتا ہے۔"

"میں سمجھی۔" سونیا کا غصہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔ "تم شاید ہمیں بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہو مگر اتنا یاد رکھو کہ تم بھی۔"

"بس ختم کرو۔" کنور سعید ہنس پڑا۔ "تمہیں واقعی بہت جلد غصہ آ جاتا ہے۔ ابھی میں اور ٹیوی اسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ سونیا کو غصہ نہیں آتا.... اوہ آپ کی تعریف۔"

"ہوں....!" گریٹا غرائی۔ "اب یہ فضول باتیں رہنے دو۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

"یہ بھی بُرا نہیں ہوا۔ تم نے بھی اُس دن سڑک پر داور کے ہاتھ دیکھے تھے۔ اب دیکھو اُسے کیا ہو گیا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ کیا کرتے پھر رہے ہو۔" گریٹا نے نڈھال سی آواز میں کہا۔

"دولت پیدا کر رہا ہوں۔ ٹیوی کی فرم کا آدھے کا حصے دار ہوں۔"

"اس خیال میں نہ رہنا۔ ٹیوی بھی کم نہیں ہے۔" سونیا جل کر بولی۔

"میں بھی کوئی بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ ویسے ہاتھ کی صفائی میری عادت ہے۔"

سونیا نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔ اُس کا غصہ انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا۔ گریٹا نے ساگر سے کہا۔ "تم نے کنور سعید کا ڈھونگ کیوں رچایا ہے؟"

"کیونکہ پولیس والے بھی میری خیر و عافیت معلوم کرنے کے متمنی رہا کرتے ہیں۔ مگر میں کبھی اُن کے پیار بھرے خطوط کے جواب نہیں لکھتا۔"

"ساری شیخی نکل جائے گی۔" سونیا دانت پیس کر بولی۔ "ذرا یہ مقابلہ ختم ہو لے پھر دیکھوں گی۔"

"پھر کیا دیکھوں گی جو کچھ بھی دیکھنا ہے ابھی دیکھ لو.... یہ میں بھی جانتا ہوں جو کچھ نتیجہ ہونے والا ہے اس مقابلے کا۔"

"کیا نتیجہ ہو گا....؟"

"ختم کرو۔ ابھی خود ہی دیکھ لیں گے۔" ساگر نے بیزاری سے کہا۔

سونیا پھر خاموش ہو گئی۔

راؤنڈ شروع ہونے والا تھا۔ ریفری نے لمبی سیٹی بجائی داور اور بوشن رنگ میں داخل ہوئے۔

اس بار داور بڑے غصے میں معلوم ہو رہا تھا۔ اُس نے آتے ہی بوشن پر جھپٹنا شروع کر دیا اور اب بوشن کی بدحواسی دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ بُری طرح بھاگتا پھر رہا تھا.... اب اُس کی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح خود کو داور کی زد سے بچائے۔ اس کے لئے اُسے کبھی جھکنا پڑتا تھا.... کبھی زمین پر لوٹیں لگانی پڑتی تھیں اور ساری تماشہ گاہ تالیوں کے شور سے گونجی ہوئی تھی۔

"داور.... داور.... شاباش.... ہیر ہیر.... ونڈر فل.... ختم کرو۔" لوگ چیخ رہے تھے۔

ساگر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "اب دیکھو وہ احمق خود کو تھکا رہا ہے۔ آخری بار جدوجہد کر رہا ہے تاکہ تماشائی اُس کی ہار کو محض اتفاق سمجھیں۔"

"اور یہ اسکیم تمہاری بنائی ہوئی ہے؟" سونیا نے کہا۔

"نہیں ٹیوی سے اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔" ساگر نے مسکرا کر کہا۔ "اب اس وقت میں ٹیوی اور بلنگر کے کاروبار کو کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔"

"جہنم میں جاؤ۔" سونیا نے کہا اور اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تماشہ گاہ سے باہر جا رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" گریٹا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہ ساری باتیں اُس سے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ بہت بُرا ہوا ٹیوی اور بلنگر تمہیں یہاں سے زندہ نہ جانے دیں گے۔"

"کیوں....؟"

"میری دانست میں تمہارا خیال صحیح ہے کہ ٹیوی اور بلنگر کا کاروبار الگ الگ نہیں ہے۔ وہ دنیا کو دھوکا دے رہے ہیں۔ عوام میں دونوں کی کاروباری دشمنی کی شہرت ہے۔ اس لئے تماشائیوں میں بھی مقابلے کی اسپرٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ حریفانہ جذبے کے تحت ٹکٹ خریدتے ہیں اور اندھا دھند خریدتے ہیں۔ اگر کسی کا کوئی پہلوان غیر متوقع طور پر ہار جاتا ہے تو اُسے محض اتفاق سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے آپس میں طے کر رکھا ہے کہ جس پہلوان کے ٹکٹ بہت زیادہ بکیں وہ لازمی طور پر ہار جائے.... کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"ہاں.... آں...!" ساگر نے انگڑائی لے کر کہا اور پیچھے بیٹھے ہوئے کسی آدمی نے کہا۔ "اے صاحب ہاتھ نیچے کیجئے۔"

اس وقت تماشائیوں میں اضطراب پایا جا رہا تھا کیونکہ داور سست پڑنے لگا تھا۔ اس بار اُس نے اُسی

طرح جھپٹ جھپٹ کر حملے کئے تھے کہ ذرا ہی سی دیر میں تھکے ہوئے بھینسے کی طرح ہانپنے لگا تھا۔

بوشن کو شاید اسی کی توقع تھی جیسے ہی اُس نے اُسے سست ہوتے دیکھا بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگا۔

مگر یہ کیا؟ کیا اب داور میں مدافعت کی بھی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ وہ آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ اس طرح رہ رہ کر آنکھیں پھاڑتا جیسے اُسے کچھ سجھائی ہی نہ دے رہا ہو اور بوشن صرف اُس کے بائیں شانے پر گھونسے مار رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے داور کسی تناور درخت کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اب ایک طرف ریفری گنتی گن رہا تھا اور دوسری طرف تماشائی چیخ رہے تھے "اٹھو.... داور.... اٹھو.... خانہ خراب.... مردود.... اٹھو.... اٹھ جاؤ۔"

اور پھر جیسے ہی ریفری کی زبان سے دس نکلا بلنکر کے اناؤنسر نے بوشن کا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔

داور بے ہوش پڑا تھا۔ چاروں طرف سے گالیوں کا شور ابھرنے لگا تھا۔ لوگ داور کو گالیاں دے رہے تھے۔ ٹیوی کو گالیاں دے رہے تھے۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

❁

تماشائی اس طرح رخصت ہونے لگے جیسے وہ مہمان ہوں جن کی میزبان نے اس طرح توہین کی ہو کہ وہ دوبارہ اُس کے در پر پیشاب بھی نہ کرنے کی دھمکی دے کر واپس جا رہے ہوں۔

گریٹا بھی ساگر کا ہاتھ پکڑے چلتی رہی۔ اُسے خوف تھا کہ کہیں وہ تماشائیوں کے کسی ریلے میں الجھ کر کچل نہ جائے۔

یک بیک ایک جگہ ساگر رک گیا۔ وہاں تماشائیوں نے مجمع لگا لیا تھا۔

"کیا ہوا.... کیا ہے؟" چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔

ہجوم کے درمیان ایک آدمی چت پڑا تھا اور تین چار آدمی اُسے اس طرح اٹھا رہے تھے جیسے وہ یا تو کوئی لاش ہو یا بے ہوش ہو گیا ہو۔

وہ اُسے کارپوریشن کے اُس بڑے خیمے میں لے جا رہے تھے جہاں مقابلے کے دوران میں ٹیوی اور بلنکر بیٹھا کرتے تھے۔ اس وقت یہ خیمہ خالی پڑا تھا کیونکہ وہ دونوں تو رنگ کی طرف دوڑے گئے تھے۔

ساگر نے اپنے آدمیوں کو پہچان لیا تھا۔ بے ہوش آدمی کو اٹھانے والے وہی تھے۔ گریٹا اب بھی اُس کے ساتھ ہی تھی۔

"یہ کیا ہوا....؟" گریٹا نے پوچھا۔

"خدا جانے۔" ساگر نے جواب دیا اور خاموشی سے چلتا رہا۔

خیمے کے اندر کچھ اور لوگوں نے بھی داخل ہونا چاہا لیکن ساگر دروازے پر جم گیا تھا۔ اُس نے کسی کو بھی اندر نہ جانے دیا۔ اس پر ایک آدمی اُس سے جھگڑ بیٹھا۔

"میں سیٹھ کے ساتھ تھا۔ مجھے اندر جانے دو۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا رشتہ ہے سیٹھ سے؟" ساگر نے پوچھا۔

"تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔" وہ اکڑ گیا۔ "میں تو جاؤں گا اندر۔"

اتنے میں ٹیوی اور بلنگر بھی تیزی سے اُسی طرف آتے دکھائی دیئے۔ وہ اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہوں۔

دروازے پر وہ رک گئے اور ٹیوی نے جھلا کر ساگر سے کہا۔ "کیا ہے؟"

"تم لوگ اندر نہیں جا سکتے۔" ساگر نے لاپروائی سے کہا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟"

"آنے دو....!" اندر سے کسی نے کہا۔

"کون ہے؟" ٹیوی نے پلکیں جھپکائیں اور ساگر نے سوچا کہیں یہ دونوں کھسک ہی نہ جائیں لہٰذا اُس نے جلدی سے کہا۔ "اندر سونیا بے ہوش ہو گئی ہے۔"

"اوہ تو ہٹو....!" ٹیوی اُسے ایک طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ اُس کے ساتھ ہی بلنگر بھی داخل ہوا۔ ساگر اور گریٹا پیچھے تھے۔ بے ہوش آدمی کا ساتھی بھی خیمے میں داخل ہوا۔

"اوہ.... یہ تو سیٹھ عبداللہ ہے۔" ٹیوی جھلا کر ساگر کی طرف مڑا۔

"مجھے علم نہیں تھا کہ تمہاری محبوبہ ایسے کرتب بھی دکھا سکتی ہے۔" ساگر نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔" ٹیوی غرا کر اُس کی طرف جھپٹا۔

"ٹھہرو۔" ساگر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "پہلے میرا حصہ نکالو۔ اُس کے بعد سر بھی توڑ دینا۔ مجھے پرواہ نہ ہو گی۔"

"کیسا حصہ....؟"

"اوہ.... کیا بزنس میں ففٹی ففٹی نہیں کہا تھا پارٹنر....؟"

"تم دغا باز ہو۔ بلنگر سے مل گئے ہو۔ تمہاری ہی وجہ سے داور نے شکست کھائی۔"

"تم غلط سمجھے.... مسٹر ٹیوی۔" ایک گوشے سے آواز آئی اور ایک آدمی یک بیک روشنی میں آگیا۔ یہ ایک دراز قد، قوی الجثہ اور وجیہہ آدمی تھا۔

گرینا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ اتنا شاندار آدمی آج تک اُس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا۔

"کیا مطلب....؟" ٹیوی اُسے گھورنے لگا۔ "تم کون ہو؟"

"داور نے میری وجہ سے شکست کھائی ہے۔" اُس نے مسکرا کر کہا اور بلنگر بھی اُسے گھورنے لگا۔

"میں پوچھتا ہوں تم کون ہو اور تمہیں اس خیمے میں داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"خاموش رہو۔" اجنبی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر بلنگر کی طرف مڑا جو بے ہوش سیٹھ عبداللہ کو ٹٹول رہا تھا۔

"تم کیا کر رہے ہو؟" اُس نے بلنگر کو مخاطب کیا۔

"کیوں....؟" بلنگر جھلا کر بولا۔ "تم کون ہو۔ کیوں مداخلت کر رہے ہو۔ سیٹھ میرا دوست ہے۔"

"اُس کے پاس سے ہٹ جاؤ۔" اجنبی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"ارے تم ہو کون؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" ٹیوی نے آنکھیں نکالیں.... "کیا میں پولیس کو طلب کروں۔" اور پھر اُس نے جھپٹ کر ساگر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن ساگر نے مزاحمت نہیں کی۔ وہ تو بالکل بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

"پولیس کو ضرور طلب کرو۔" اجنبی مسکرایا۔ بلنگر پھر سیٹھ عبداللہ کو ٹٹولنے لگا۔

دفعتاً اجنبی نے اُن آدمیوں کو مخاطب کیا جو سیٹھ عبداللہ کو اٹھا کر یہاں تک لائے تھے۔

"بلنگر کو اُس کے پاس سے ہٹا دو۔"

"کیا مطلب....؟" بلنگر غرایا۔

پھر جیسے ہی دو آدمی اُس کی طرف بڑھے بلنگر نے پستول نکال لیا۔ "تم لوگوں کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ تم آخر ہو کون؟"

پستول دیکھ کر گرینا ساگر کے بائیں بازو سے چمٹ گئی۔ وہ کانپ رہی تھی۔

ٹیوی نے ساگر کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ بلنگر کے پستول نکال لینے پر وہ خود بھی بوکھلا گیا تھا۔

دفعتاً باہر سے سونیا کی آواز آئی۔ "اندر کیا ہو رہا ہے؟ یہ لوگ مجھے اندر نہیں آنے دیتے۔"

"گھر جاؤ۔" ٹیوی نے چیخ کر کہا۔

"بلنگر پستول زمین پر ڈال دو۔" اجنبی تحکمانہ لہجے میں بولا۔

"تم بلنگر سے واقف نہیں ہو۔" بلنگر غرایا۔

"ہاں.... میں اتنا جانتا ہوں کہ اس پستول میں صرف چھ گولیاں ہیں۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔ "اور تمہیں دوبارہ لوڈ کرنے کا موقع نہیں ملے گا ارے نہیں سر پر نہ مارنا۔"

وہ اچانک چیخا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے اُس نے کسی ایسے آدمی سے کہا ہو جس نے بلنگر کے سر پر مارنے کے لئے کوئی چیز اٹھائی ہو۔ بلنگر بوکھلا کر مڑا ہی تھا کہ اُس کے ہاتھ سے پستول نکل گیا۔ وہ اجنبی کی طرف جھپٹا لیکن اجنبی کا گھونسہ اُسے کئی قدم پیچھے کھسکا لایا اور اجنبی نے ہنس کر کہا۔

"واہ.... یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ میں اور بلنگر جیسے گدھوں سے واقف نہ ہوں۔"

"یہ کون ہے.... ساگر.... یہ کون ہے؟" گریٹا نے آہستہ سے پوچھا۔

"یہ میرے باپ کے بھی والد صاحب قبلہ ہیں۔" ساگر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "کیوں کیا یہ آدمی مجھ سے بھی زیادہ شاندار ہے؟"

"بیکار باتیں نہ کرو.... مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"بلیک میلنگ....!" ساگر نے بلند آواز میں کہا۔ "ہم لوگ بلنگر کو بلیک میل کریں گے۔"

"بلنگر یہ ساگر ہے۔ مجھے افسوس ہے۔" ٹیوی کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"بس تو پھر مزہ کرو۔" بلنگر غرایا۔ "یہ لوگ بلیک میلر ہیں۔"

"ہوں گے۔" ٹیوی نے گردن جھٹک کر کہا۔ "میرا کیا بگڑے گا.... مجھے بلیک میلنگ کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے.... میرا کاروبار صاف ہے۔"

اتنے میں سیٹھ عبداللہ بھی بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

ساگر ٹیوی اور بلنگر سے کہہ رہا تھا۔ "کیا تم دونوں اس سے انکار کر سکتے ہو کہ پبلک کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا اُلو سیدھا کر رہے ہو؟"

"بکواس ہے۔"

"داور کے ٹکٹ بہت زیادہ بکے تھے.... اسی لئے وہ ہار گیا۔ رقم تم دونوں آدھی آدھی بانٹ لو گے۔" ساگر نے کہا۔

ٹیوی نے چیخ کر کہا۔ "یہ بکواس ہے۔ ہمارے کاروبار بالکل الگ ہیں۔ جاؤ مجھے بلیک میل کرو۔ باقاعدہ تفتیش کرو۔ اس قسم کی کوئی چیز نہیں ثابت ہو سکے گی۔"

بلنگر نے بھی ایک طویل قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ بے چارے اسی چکر میں ہیں کہ ہمیں بلیک

میل کرلیں گے۔"

"کیوں سیٹھ عبداللہ تم بے ہوش کیوں ہوگئے تھے؟" اجنبی نے اُس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے بابا.... ٹھیک ہے.... اللہ کا شکر ہے۔" سیٹھ عبداللہ اپنا سارا جسم ٹٹولتا ہوا بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں پوچھ رہا تھا تم بے ہوش کیوں ہوئے تھے؟"

"بس ہو گیا تھا.... اللہ کی مرضی.... سالا چکر آ گیا تھا۔"

"ابھی اور آئے گا۔" اجنبی مسکرایا اور ٹیوی جھلا کر بولا۔ "تم لوگ کیوں ہمارا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"میرا پستول واپس کرو۔" بلنگر نے نتھنے پھلائے۔

"مجھے علم ہے کہ تم اس کا لائسنس رکھتے ہو۔" اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ "اور نہیں سیٹھ عبداللہ تم اپنی جگہ سے ہلو گے بھی نہیں.... یہ پستول بھرا ہوا ہے اور میں نے سیفٹی کیچ بھی ہٹا دیا ہے.... ہاں تو بلنگر تمہیں بلیک میل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تمہارا کاروبار بالکل صاف ہے اور اس پستول کا لائسنس بھی رکھتے ہو۔"

"ہاں.... تم مجھے بلیک میل نہیں کر سکتے۔ میں ابھی پولیس کو اطلاع دوں گا۔"

"کیوں سیٹھ عبداللہ....؟" اجنبی اُس کی طرف مڑا۔

"ہم.... کک.... کیا.... بب.... بولے بابا۔" سیٹھ عبداللہ کی آنکھیں نکلی پڑ رہی تھیں کیونکہ اجنبی کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"میں بلنگر کو بلیک میل کر سکتا ہوں.... یا نہیں؟"

"ارے.... ہم کیا جانے گا.... بھائی.... حضور.... میں گھر جاؤں گا.... بال بچہ لوگ پریشان ہوئیں گا۔"

"وہ کیا بتائے گا۔" بلنگر غرایا۔ "تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"ٹھہرو.... بلنگر میں پولیس کو فون کرتا ہوں۔" ٹیوی نے جلدی سے کہا اور دروازے کی طرف مڑنے لگا۔

"میں بے دریغ فائر کر دوں گا۔ اگر تم اپنی جگہ سے ہلے۔" اجنبی نے وارننگ دی۔

"یار ٹیوی چپ چاپ کھڑے رہو۔" ساگر نے کہا۔ "کیوں خواہ مخواہ بور کر رہے ہو۔"

"ہوں.... مجھے بتاؤ نا کہ آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" ٹیوی اُس پر الٹ پڑا۔

"بس بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم نہیں کر سکتے۔ میرا اور بلنگر کا کاروبار قطعی الگ ہے۔"

"اوہو.... ہمیں تو صرف فارچون ٹریڈرز کی تلاش ہے۔" اجنبی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب....؟" بلنگر کی بھنوئیں تن گئیں۔

"فارچون ٹریڈرز کی تلاش ہے مجھے۔"

"پتہ نہیں کیا بک رہے ہو۔" بلنگر نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

"سیٹھ عبداللہ فارچون ٹریڈرز کے متعلق زیادہ بہتر بتا سکیں گے کیوں سیٹھ؟" اجنبی اُس کی طرف مڑا۔

"اُو.... بابا.... خدا کے لئے.... میرے کو جانے دو۔" سیٹھ عبداللہ گڑگڑایا۔

"کیا فارچون ٹریڈرز کا ٹکٹ اس وقت بھی تمہاری جیب میں موجود ہے؟"

"کھڈے میں گیا ٹکٹ وکٹ.... سالے نے کباڑا کر دیا۔"

"کر دیا نا....؟"

"جانے دو بابا.... ہم بالکل اُلو کا پٹھا ہے۔" سیٹھ عبداللہ نے بے زاری سے کہا۔

"کیا پچھلے سال تم جیت میں رہے تھے؟"

"ہاں.... بھائی.... مغز نہ کھاؤ.... کیا کرے۔"

"آج والا ٹکٹ کتنے کا تھا؟"

"کیوں بتائے بابا.... تم کون ہے؟" سیٹھ عبداللہ نے آنکھیں نکال کر کہا۔ اُس کا خوف کسی حد تک دور ہو گیا تھا۔

"کیا تم اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھنا پسند کرو گے؟" دفعتاً اجنبی کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ کچھ دیر قبل اونگھتی ہوئی سی نظر آنے والی آنکھوں میں شعلے سے رقص کرنے لگے تھے۔

"دو.... دو.... لاکھ....!" سیٹھ عبداللہ بکلایا۔

"ہاں.... اب تم بتاؤ بلنگر....!" اجنبی اُس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "داور کی شکست کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"داور کی شکست کی وجہ تم لوگ ہو۔ ساگر نے کسی قسم کا فراڈ کیا تھا۔" بلنگر نے کہا۔ "خود ٹیوی بھی اسے نہیں سمجھ سکا اس لئے پھنس گیا.... ٹیوی.... داور کو پولیس کے حوالے کر دو۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" ٹیوی سر ہلا کر بولا۔

خیمے کے ایک گوشے میں اسٹول پر فون رکھا ہوا تھا۔ اجنبی نے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اجازت ہے تم جسے بھی چاہو فون کر سکتے ہو۔"

ٹیوی فون کی طرف بڑھا مگر پھر رک گیا اور بے بسی کی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "تم نے پہلے ہی تار کاٹ دیئے ہوں گے مجھے بے وقوف نہ بناؤ۔"

"اگر تم یہ ثابت کر سکے تو تمہیں اتنے ہی روپے میری طرف سے ملیں گے جتنے تم نے آج کمائے ہیں۔"

ٹیوی بُرا سا منہ بنائے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔ گریٹا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "یہ کیا ہونے جارہا ہے ساگر....؟"

"کیا تم جانا چاہتی ہو....؟" ساگر نے پوچھا۔

"نن.... نہیں.... مگر یہ کیا....؟"

"فکر مت کرو۔ مطمئن رہو۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میرا مطلب ہے ہمدرد اور نیک دل۔"

اُدھر ٹیوی نے کسی کو فون پر مخاطب کیا تھا۔ مگر پھر یک بیک اُس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا اور اس طرح پیچھے ہٹ آیا جیسے فون نے کاٹ کھایا ہو۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور اجنبی اور اُس کے ساتھیوں کو گھور رہا تھا۔

اور بلنگر خود اُسے گھور رہا تھا۔

"کیوں....؟ کیا ہوا....؟" بلنگر نے اُس سے پوچھا اور ٹیوی اس طرح چونک پڑا جیسے وہیں کھڑے کھڑے اونگھ گیا ہو۔ اُس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "میری بلا سے میرے ہاتھ صاف ہیں۔ میں مطمئن ہوں۔"

"کیا بک رہے ہو....؟" بلنگر نے پھر اُسے ٹوکا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔" ٹیوی مضطربانہ انداز میں ہاتھ ہلا کر بولا۔ "تم سب جہنم میں جاؤ۔"

"ہاں جہنم ایسے ہی لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔" اجنبی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "مگر تم اُدھر بیٹھ جاؤ اور ہم سب کے جہنم میں جانے کا تماشہ دیکھو۔"

پھر اُس نے بلنگر سے پوچھا۔ "داور کیوں ہار گیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ بوشن نے صرف اُس کے بائیں شانے پر دو تین ہاتھ مارے تھے۔ تم بوشن کو بلاؤ.... وہ میرے بائیں شانے پر دس بیس پچیس تیس ہاتھ مارے لیکن اگر میں بے ہوش نہ ہوا تو تمہارا سر ٹھوکروں سے اڑا دوں گا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"وہی جو کچھ تم نے کیا ہے۔"

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تم کسی بات کا ثبوت نہیں مہیا کر سکتے اور پھر تم ہو کون پوچھنے والے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم شوق سے مجھ پر فائر کر دو۔"

بلنگر بڑی لاپروائی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اجنبی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے پستول اپنی جیب میں ڈال لیا۔ سیٹھ عبداللہ بھی اٹھ کر بلنگر کے پیچھے بڑھا لیکن اُسے بھی نہیں روکا گیا۔ البتہ ٹیوی اب بھی وہیں اُسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا تم نہیں جاؤ گے؟" اجنبی نے ٹیوی سے پوچھا۔ لیکن ٹیوی کے جواب دینے سے قبل ہی بلنگر دہاڑا۔ "یہ کیا مذاق ہے۔ مجھے باہر جانے سے کیوں روکا جا رہا ہے؟"

وہ ایک بار پھر اجنبی کو آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا۔

"کس نے روکا ہے تمہارا راستہ؟" اجنبی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"باہر پولیس کیوں موجود ہے؟" بلنگر کی آواز میں بھر بھراہٹ تھی۔

"میں تو اسی طرح بلیک میل کرتا ہوں۔" اجنبی نے اُس کے قریب آکر آہستہ سے کہا۔ "یا تو سودا کرو یا فارچون ٹریڈرز کے ڈائریکٹر جنرل کو ابھی پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ سارے ثبوت میرے پاس موجود ہیں۔ ٹیوی کا ڈاکٹر جس نے تم سے لمبی رشوت لی ہے۔ وہ بھی اس وقت میرے ہی آدمیوں کے قبضے میں ہوگا۔ تمہارے تین دلالوں پر بھی قابو پا لیا گیا ہے اور یہ بے چارے سیٹھ عبداللہ جس نے داور پر دو لاکھ لگائے تھے.... اور بہر حال کہاں تک گنواؤں....؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"سودا....!"

"بولو....!"

"ڈھائی لاکھ سالانہ....!"

"بہت ہے.... بہت زیادہ۔"

"تو پھر ہتھکڑیاں پہن لو۔"

"کیا بکواس ہے.... جاؤ.... جو کچھ کہنا ہے.... کہہ دو پولیس سے.... میرے خلاف کچھ بھی نہ ثابت ہو سکے گا۔"

"ساگر میرے بیگ میں ہتھکڑیاں ہیں۔"

"کیا مطلب....؟" بلنگر بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا اور ساگر اُس کے بیگ سے ہتھکڑیاں نکالنے

لگا جو قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا۔

ٹیوی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس طرح ہاتھ مل رہا تھا جیسے موجودہ سچویشن کے سسپنس نے اُسے اختلاج قلب میں مبتلا کر دیا ہو۔

دفعتاً بلنگر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "پولیس کی موجودگی میں سب کچھ ہو رہا ہے ایک بلیک میلر مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔"

"ڈی۔ایس۔پی سٹی پلیز۔" اجنبی نے آواز دی اور ایک باوردی پولیس آفیسر اندر داخل ہوا۔ بلنگر نے اُس کی طرف مڑ کر کہا۔ "مسٹر خان آپ کی موجودگی میں مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔ یہ بلیک میلر.....!"

"بہت زیادہ بکواس نہ کرو۔" ڈی۔ایس۔پی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم اچھی طرح روشنی میں آ چکے ہو۔"

ساگر نے ہتھکڑیاں ڈی۔ایس۔پی کی طرف بڑھا دیں۔

"یہ کیا مسخرہ پن ہے۔" بلنگر نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"مسخرہ پن تو اب شروع ہو گا۔ چپ چاپ ہتھکڑیاں پہن لو۔" ڈی۔ایس۔پی نے خشک لہجے میں کہا۔

"ایک بلیک میلر..... کے کہنے میں آ کر.....؟"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔ "آپ مرکزی محکمے کے ایک آفیسر کرنل فریدی ہیں۔"

بلنگر بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کک..... کون.....!" گریٹا ہکلائی اور اُس نے ساگر کا بازو چھوڑ دیا۔ اب وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔

"میرے ہاتھ صاف ہیں بالکل صاف ہیں۔" ٹیوی ہذیانی انداز میں کہہ رہا تھا۔ "خدا کی پناہ میں کسی فارچون ٹریڈرز کے وجود سے واقف نہیں ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو اور ابھی تک کی تفتیش یہی کہتی ہے کہ تمہارے ہاتھ صاف ہیں۔" کرنل فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "سیٹھ عبداللہ تم بھی حراست میں ہو۔ ٹھہرو..... اس کے بھی ہتھکڑیاں ہی لگیں گی..... نہیں! تم ایک غیر قانونی جوئے میں حصہ لیتے رہے ہو۔ تمہاری پوزیشن صاف نہیں۔ اوہ ٹیوی میں نے تمہیں اس آدمی سے تو ملایا ہی نہیں جو

تمہارا ہمدرد بن کر تم سے بہت بڑے بڑے فائدے اٹھاتا رہا ہے۔ پچھلے سال جب اُس نے عین وقت پر اپنی کسی حرکت سے بلنگر کے کسی پہلوان کو شکست دلوادی تھی تو تم بہت خوش ہوئے تھے اور اُسی پہلوان کی شکست نے تحصیلدار کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔"

"جی ہاں.... وہ منحوس گھڑی مجھے یاد ہے۔" ٹیوی نے کہا۔

"وہ پُراسرار آدمی یہی بلنگر ہے۔"

ٹیوی اچھل پڑا اور پھر بلنگر کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ "وہ رات مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم نے ساگر اور خاور کے لئے مجھے پٹوایا تھا۔"

بلنگر اور سیٹھ عبداللہ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔

"تت.... تم.... کون ہو؟" گریٹا ساگر کی طرف دیکھ کر ہکلائی۔

"لوگ مجھے کیپٹن حمید کہتے ہیں۔" ساگر مسکرایا۔

"اوہ.... مم.... مجھے معاف کر دیجئے جناب.... میں نے کیا کیا ہے۔" گریٹا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"ارے نہیں.... تم بہت نیک لڑکی ہو۔ میں تمہیں بہت دنوں تک یاد رکھوں گا۔"

وہ تیزی سے دروازے کیطرف مڑ گئی اور حمید کے اشارے پر پولیس والوں نے اُسے جانے دیا۔

❁

دوسرے دن کیپٹن حمید کی ساری الجھنیں رفع ہو سکیں۔ پورا کیس طے ہو چکا تھا لیکن نہ جانے کتنے نکتے اُس کے ذہن میں واضح نہیں تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ فارچون ٹریڈرز کیا بلا ہے؟ قاسم کیسے ہارا؟ کیا ان دو چار مکوں نے اُسے بے ہوش کر دیا تھا جو بوشن نے اُس کے بائیں شانے پر مارے تھے۔ یہ چیز قطعی ناممکن تھی۔ قاسم کو بے ہوش کرنے کے لئے سر پر پہاڑ دے مارنا پڑتا۔

فریدی دو بجے سے پہلے فرصت نہیں پا سکا تھا کیونکہ بلنگر کے سلسلے میں متعدد گرفتاریاں ہوئی تھیں۔

"ارے بھئی.... بس بلنگر کی ذرا سی حماقت نے مجھے بہت سہارا دیا تھا۔" اُس نے حمید کے سوالات کے جواب میں کہا۔ "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ٹیوی اور بلنگر دونوں ہی کی نگرانی ہو رہی تھی۔ لیکن میں کسی ایسے تیسرے آدمی کے وجود سے واقف نہیں تھا جس کے لئے ٹیوی بھی الجھن میں مبتلا رہا ہو۔ بلنگر سے حماقت یہ سرزد ہوئی کہ اُس نے ٹیوی کو پٹوا دیا۔ ورنہ ٹیوی کبھی تمہیں اُس پُراسرار آدمی کے متعلق کچھ نہ بتاتا۔ کیونکہ اُس کی دانست میں وہ اُسے اکثر فائدہ پہنچاتا

رہتا تھا چونکہ بلنگر اور ٹیوی کی ہر وقت نگرانی کی جاتی تھی۔ اس لئے تم سے اس پُر اسرار آدمی کے متعلق سن کر مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ پُر اسرار آدمی کون ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے پہلے ہی رپورٹ مل چکی تھی کہ بلنگر اُس گندی گلی کے اُس مکان میں داخل ہوا ہے غالباً اندر پہنچ کر اُس نے میک اپ کر لیا تھا اور ٹیوی نے اُسے میک اپ ہی میں دیکھا تھا اور پھر ٹیوی یہ سوچ بھی تو نہیں سکتا تھا کہ وہ پُر اسرار آدمی اُس کا کاروباری حریف بلنگر ہی ہو گا۔ اگر اُس کے تخیل کی اڑان اتنی ہی اونچی ہوتی تو وہ اُسے اپنے کاروباری راز کیسے بتاتا رہتا۔ بس پھر یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ بلنگر ڈبل رول ادا کر رہا ہے اُس کی نگرانی اور زیادہ احتیاط سے کی جانے لگی۔ نہ صرف اُس کی بلکہ اُس کے ملنے جلنے والوں کی بھی نگرانی کرنی پڑی۔ اس طرح میں فارچون ٹریڈرز نام کے بزنس تک پہنچ سکا۔ یہ دلالوں کے ذریعہ ہوتا تھا۔ لمبا جوا.... چائنا بینک میں بلنگر نے فارچون ٹریڈرز کے نام سے ایک اکاؤنٹ کھول رکھا تھا۔ دلال جواریوں سے اُسی اکاؤنٹ میں روپے جمع کرا کے ٹکٹ دے دیا کرتے تھے۔ پہلے بلنگر خسارہ اٹھا کر انہیں جیت میں رکھتا تھا پھر جب وہ فتح کے نشہ میں دوسرے پہلوانوں پر بہت بڑی رقمیں لگا بیٹھتے تھے تو وہ انہیں لوٹ لیتا تھا۔ یعنی غیر متوقع طور پر وہ پہلوان ہارنے لگتے تھے۔ دلالوں نے بتایا ہے کہ خودکشی کرنے والا تحصیلدار تین بار جیت میں رہا تھا لیکن چوتھی بار اُسے خودکشی کرنی پڑی کیونکہ وہ سرکاری تحویل کا سارا روپیہ ہار گیا تھا اور اتنی بڑی رقم فراہم کرنا اُس کے بس سے باہر تھا۔ اس لئے ذہنی ہیجان کے دوران اُسے خودکشی ہی سوجھی۔"

"اچھا تو یہ جواری یہ بھی جانتے تھے کہ فارچون ٹریڈرز کا مالک بلنگر ہی ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... وہ صرف اُن دلالوں ہی کو جانتے تھے مگر چونکہ چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی رقومات میں اُن کی جیت بھی ہوتی رہتی تھی اس لئے انہیں اس کی پرواہ نہیں تھی کہ مالک کون تھا.... اور چونکہ انہیں اس کا بھی احساس تھا کہ وہ غیر قانونی قسم کا جوا ہے اس لئے وہ کبھی کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہیں کرتے تھے۔"

"اوہو.... تو یہ ٹیوی بالکل گدھا تھا کہ دو ہی روپے کے ٹکٹوں میں مگن رہ جاتا تھا اور بلنگر....!"

"بلنگر کے لئے وہ ایک مہرے سے زیادہ نہیں تھا۔ اُس کے فرشتوں کو بھی کبھی علم نہ ہو سکا تھا کہ بلنگر حقیقتاً کیا کر رہا ہے۔ دوسرے قسم کے جواری بھی اُن دونوں کو حریف ہی سمجھتے تھے اور اُن کا خیال تھا کہ شاید فارچون ٹریڈرز والا جوا مقابلہ کرانے والی کارپوریشن کراتی ہے۔"

"کیا اس مقابلے کے جوئے میں صرف سیٹھ عبداللہ ہی نے حصہ لیا تھا..؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... صرف وہی بے ہوش ہوا تھا اور کلیجہ تھام کر رہ جانے والے تو کئی تھے۔ جانتے ہو

کل رات بلنگر نے کتنے کا بزنس کیا تھا۔ بارہ لاکھ کا۔"

"اوہ....!" حمید متحیر رہ گیا پھر پوچھا۔ "اچھا قاسم ہارا کیسے تھا....؟"

"بڑی عجیب چیز ہے حمید صاحب۔ پچھلی رات تو وہ محض عقلی گدا تھا کہ ٹیوی کے ڈاکٹر نے بلنگر سے رشوت لے کر اُسے کوئی نشہ آور دوا دے دی ہو گی.... مگر آج حقیقت کھل کر سامنے آئی ہے۔ ذریعہ ٹیوی کا ڈاکٹر ہی تھا.... جسے زیادہ بڑی آمدنیاں بلنگر سے ہوتی تھیں مگر اُس نے قاسم کو نہ کوئی چیز پلائی تھی اور نہ انجکٹ کی تھی.... بلکہ وہ ایک حیرت انگیز عرق تھا جس کی مالش قاسم کے بائیں شانے پر کی گئی تھی۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے پر اُس کی مالش کر دو پھر اُسی جگہ ایک ہلکی سی ضرب لگاؤ.... آدمی فوراً بے ہوش ہو جائے گا۔ قاسم تو اعصاب کی مضبوطی کے اعتبار سے ہاتھی ہے۔ اس لئے بوشن کو اُس کے شانے پر کئی ہاتھ مارنے پڑے تھے۔ خود بوشن ایک ہی گھونسے میں بے ہوش ہو جاتا.... بہر حال قاسم ابھی ہسپتال ہی میں ہے۔ اُس بیہوشی کی وجہ سے جو نقاہت پیدا ہوئی ہے اُس کے دور ہونے میں وقت لگے گا۔"

❁

گریٹا بہت اداس تھی۔ اس اُداسی کی وجہ خود اُس کی سمجھ میں بھی نہ آ سکی۔ آٹھ ہزار روپے نہ تو ٹیوی ہی نے واپس مانگے اور نہ اُس کا مطالبہ اُن دونوں پولیس آفیسروں ہی کی طرف سے ہوا.... شارٹی تو اس پر بہت خوش تھا.... لیکن گریٹا محسوس کر رہی تھی جیسے وہ رقم زندگی بھر اُس کے ذہن میں چبھتی رہے گی۔

وہ اب بھی اکثر سوچتی ہے۔ کاش ساگر صرف ایک لفنگا ہوتا۔

ختم شد